قہقہے
شوکت تھانوی

قہقہے

ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کر دینے والے
تازہ اور چٹ پٹے لطیفے

حسامی بک ڈپو
مچھلی کمان، حیدر آباد ۲۰۰۰۰۵

اشاعت ۱۹۸۴ء

تعداد ایک ہزار

طباعت گولڈن پریس حیدرآباد

ناشر حُسامی بک ڈپو

مچھلی کمان حیدرآباد (انڈیا)

قیمت آٹھ روپے ۸/-

رات کا وقت تھا۔ سٹاپ پر بس رُکی تو ایک بُڈھا ہاتھ میں جلتی ہوئی لالٹین لیے اندر داخل ہوا۔ دُوسرے مُسافر اُسے دیکھ کر مُسکرانے لگے۔ اگلے سٹاپ پر بس رُکی تو وہ بُڈھا اُترنے کے لیے اُٹھا۔ کنڈکٹر دروازے کے پاس کھڑے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا: "ایک طرف ہٹ جائیے صاحبان! الہ دین نیچے اُترنے لگا ہے۔"

ایک پاگل دیوار سے کان لگائے کھڑا تھا۔ ایک صاحب اُدھر سے گزرے تو اُنھوں نے دریافت کیا: "کیا سُن رہے ہو میاں؟"

پاگل نے کہا: "آپ خود ہی سُن لیجیے۔"

ان صاحب نے دیوار سے کان لگا دیے اور جب کچھ سُنائی نہ دیا تو کہنے لگے: "مجھے تو کچھ سُنائی نہیں دیتا۔"

پاگل بولا: "اتنی دیر میں آپ کیا سُن لیتے۔ میں صُبح سے کان لگائے کھڑا ہُوں اور ابھی تک کچھ نہیں سُن سکا۔"

ایک فوجی سپاہی جو اپنے دوستوں میں بیٹھا اپنی بہادری کے قِصّے سُنا رہا تھا۔ بولا: "ایک دن ہمارے کرنل نے کہا کہ مجھے ایک نہایت خطرناک کام کے لیے ایک بہت ہی بہادر اور دلیر جوان کی ضرورت ہے۔ وہ کام ایسا ہے کہ زندہ بچ کر آنے کی بہت کم اُمید ہے۔ جو جوان اس کام کے لیے جانا چاہے وہ ایک قدم آگے آ جائے"

"اور آپ آگے چلے گئے؟" سُننے والوں نے جلدی سے پُوچھا۔

"جی نہیں۔" سپاہی بولا۔ "میرے دُوسرے ساتھی ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔"

مالک (نوکر سے): دیکھو۔ اس کمرے میں چور تو نہیں گھس آیا؟
نوکر: رات میں کیا نظر آئے گا سرکار۔ صبح دیکھ لیں گے۔

ایک صاحب اپنے دوست کے ہاں مہمان گئے۔ میزبان کے کُتّے نے انھیں دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا۔ میزبان مسکرا کر بولے: "اس کے بھونکنے کی پروا نہ کیجیے۔ آپ نے وہ مثل نہیں سُنی کہ بھونکنے والے کُتّے کاٹتے نہیں۔"

مہمان بولا: "میں نے تو سُنی ہے۔ ممکن ہے آپ کے کُتّے نے نہ سُنی ہو۔"

گاہک: کھجوروں کے ٹوکرے سے کمبل تو ہٹاؤ۔ ذرا دیکھیں تمھاری کھجوریں کیسی ہیں؟
دکان دار: یہ کمبل نہیں بھائی، مکھیاں ہیں۔

مجسٹریٹ (ملزم سے) تمھارے خلاف چوری کا الزام ثابت نہیں ہوا۔ تمھیں رہا کیا جاتا ہے۔
ملزم: جناب مجھے جو دو ہفتے قید رکھا گیا ہے اس کے

بدلے میں کوئی چھوٹا موٹا جرم کر لوں؟

ایک قصبے کے قبرستان کی چاردیواری گر گئی۔ لوگوں نے اسے دوبارہ بنوانے کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ قصبے کے سب لوگوں نے چندہ دیا سوائے ایک شخص کے۔ لوگوں نے اس سے کہا: "بھئی تم بھی کچھ دو نا!"

وہ بولا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قبرستان کے گرد دیوار بنانے کی آخر کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ اس کے اندر ہیں وہ باہر نہیں آ سکتے اور جو لوگ باہر ہیں وہ اندر نہیں جانا چاہتے۔"

احمد: امجد تمھارے بال کیوں گر رہے ہیں؟
امجد: فکر سے۔
احمد: فکر کس بات کی ہے؟
امجد: بال گرنے کی۔

دو دوست شیخیاں مار رہے تھے۔ ایک بولا: "میں جنگل کے قریب ندی میں نہا رہا تھا کہ اچانک ایک شیر

آگیا۔ میری رائفل دُور پڑی تھی۔ مجھے تیرنا نہیں آتا اس لیے غوطہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔ پھر بھی میں نے اوسان خطا نہ ہوتے دیئے اور شیر کے مُنہ پر پانی کا چھینٹا اس زور سے مارا کہ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔

دُوسرا دوست بولا۔ "یہ کب کا واقعہ ہے؟"

گُزشتہ اتوار کا۔" پہلے نے جواب دیا۔

"تب تو ٹھیک ہے۔ کیونکہ اسی دن وہ شیر میرے گھر آیا تھا اور اس نے تمہاری شکایت کی تھی۔ میں نے سچ جھُوٹ معلوم کرنے کے لیے اس کی مُونچھوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہ گیلی تھیں۔"

پُرانے زمانے میں بیویاں اپنے شوہر کا نام نہ لیتی تھیں۔ ایک دن کسی عورت کے گھر ایک عورت لسّی لے کر آئی۔ لسّی میں مکھّن تیر رہا تھا۔ اتّفاق سے اس عورت کے شوہر کا نام بھی مکھّن تھا۔ کسی نے پُوچھا: "یہ لسّی میں کیا تیر رہا ہے؟"

وہ عورت سوچ میں پڑ گئی کہ کیا جواب دے۔ مکھّن کہہ نہیں سکتی تھی کہ اس کے شوہر کا نام تھا۔ سوچ سوچ کر آخر بولی: "مُنّے کے ابّا تیر رہے ہیں۔"

رحیم: میں نے کل ایک ایسا بچّہ دیکھا جو ہتھنی کا دُودھ پی رہا تھا۔
کریم: وہ کس کا بچّہ تھا؟
رحیم: ہتھنی کا۔

ایک افیمی کو لاہور سے کراچی جانا تھا۔ اسٹیشن پر پُہنچا، ٹکٹ خریدا اور پلیٹ فارم پر چلا گیا۔ اتّفاق سے اس وقت راولپنڈی جانے والی گاڑی تیار کھڑی تھی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ جب گاڑی چلی تو اس کی نظر اُوپر والی سیٹ پر بیٹھے ہُوئے ایک آدمی پر پڑی۔ وہ کُچھ سوچ کر بولا: "کیوں جناب، آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟"
"میں پنڈی جا رہا ہوں۔" اس آدمی نے جواب دیا۔
افیمی یہ سُن کر بڑا حیران ہُوا۔ بولا: "کیا زمانہ آ گیا ہے۔ اُوپر والے پنڈی جا رہے ہیں اور نیچے والے کراچی۔"

اُستاد: امجد تم کل سکول کیوں نہیں آئے تھے؟
امجد: جی، میں بیمار تھا۔
ارشد: ماسٹر صاحب! یہ تو کل سائیکل پر جا رہا تھا۔

امجد: میں ڈاکٹر صاحب کو بُلانے جا رہا تھا۔

ایک بُوڑھا آدمی چھوٹے سے بچّے کو گود میں لیے سڑک کے کنارے ٹہل رہا تھا۔ دُور سے ایک بس آ رہی تھی۔ بُوڑھے نے ہاتھ دیا۔ بس رُک گئی۔ ڈرائیور نے کھڑکی سے سَر باہر نکال کر پُوچھا: "بابا کہاں جانا ہے؟"
"جانا تو کہیں نہیں۔ یہ بچّہ رو رہا تھا۔ ذرا پُوں پُوں کر دو۔" بُوڑھے نے کہا۔

افسر: اگر سمندر میں طُوفان آ جائے تو تم کیا کرو گے؟
جہازرانی کا طالب علم: میں فوراً لنگر ڈال دُوں گا۔
افسر: اس کے بعد ایک اور طُوفان آ جائے تو؟
طالب علم: میں دُوسرا لنگر ڈال دُوں گا۔
افسر: اس کے بعد ایک اور طوفان آ جائے تو؟
طالب علم: میں تیسرا لنگر ڈال دُوں گا۔
افسر: مگر تم اِتنے لنگر کہاں سے لاؤ گے؟
طالب علم: جہاں سے آپ اِتنے طُوفان لائیں گے۔

ایک آدمی ناغے والے دن ہوٹل میں گیا اور بیرے

کو بلا کر کہا: "ایک پلیٹ بھنا ہوا گوشت لاؤ۔"
بیرے نے جواب دیا: "جناب آج ناغہ ہے۔"
"اچھا تو آدھی پلیٹ ناغہ لے آؤ۔" وہ صاحب بولے۔

ایک شخص نے اپنے نوکر کو کئی آوازیں دیں مگر وہ نہ آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لنگڑاتا ہوا آیا۔ مالک نے پوچھا: "اتنی دیر کیوں لگائی؟"
"جناب میں چھت پر سے گر پڑا تھا۔" نوکر نے جواب دیا۔
"مگر چھت پر سے گرنے میں اتنی دیر تو نہیں لگتی۔" مالک نے جل کر کہا۔

ایک دن نوکر نے مالک سے کہا: "جناب آپ کے کمرے کی صفائی کرتے ہوئے یہ پیسا مجھے فرش پر سے ملا تھا۔"
"میری جیب سے گر پڑا ہوگا۔ چلو اپنی ایمان داری کے صلے میں یہ تم رکھ لو۔"
دوسرے دن مالک نے نوکر سے پوچھا۔ "کلّو، میں اپنی اٹھنّی جانے کہاں بھول گیا ہوں۔ مل نہیں رہی۔"

"جی وہ مجھے آپ کے کمرے سے ملی تھی میں نے اپنی ایمان داری کے صلے میں رکھ لی ہے۔

اُستاد: چیزوں کو گلنے سڑنے سے بچانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟
شاگرد: جناب انھیں کھا جانا چاہیے۔

بیٹا: ابّا جان آپ تو کہتے ہیں کہ اپنے سے چھوٹوں کو مارنا بُری حرکت ہے۔
باپ: ہاں بیٹا، یہ ٹھیک بات ہے۔
بیٹا: تو ابّا جان یہ بات ہمارے ماسٹر جی کو بھی سمجھا دیں نا!

اُستاد: راستہ کے معنی بتاؤ۔
شاگرد: جس پر لوگ چلتے ہیں۔
اُستاد: (دُوسرے شاگرد سے) اور تم راستی کے معنی بتاؤ۔
شاگرد: جناب جس پر عورتیں چلتی ہیں۔

دو پاگل بیٹھے تھے۔ ایک نے دُوسرے کو اپنی

بند مٹھی دکھاتے ہوئے پوچھا: بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے؟"

"انجیر کا پیڑ یا گھر۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"غلط۔ پھر بتاؤ۔"

"دلی کا قطب مینار۔"

"یہ بھی غلط۔ سوچ کر بتاؤ۔"

"وہ مارا۔" دوسرا پاگل خوش ہو کر بولا: کراچی کا ریلوے اسٹیشن ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔" پہلے پاگل نے مٹھی کھول کر دکھاتے ہوئے کہا۔ "اچھا بتاؤ لاہور جانے والی گاڑی کونسے پلیٹ فارم پر کھڑی ہے؟"

رحمت: کیا تم فٹے سے سیدھی لائن کھینچ سکتے ہو؟

اصغر: ہاں کیوں نہیں۔

رحمت: حیرت ہے۔ میں تو پنسل سے کھینچتا ہوں۔

استاد: شاہجہان کی وفات کے بعد کیا ہوا؟

شاگرد: جناب اُسے دفن کر دیا گیا۔

استاد: (غصے سے) نالائق۔ بنچ پر کھڑے ہو جاؤ۔

شاگرد: معاف کر دیجئے جناب انسان سے غلطی ہو ہی

جاتی ہے۔ اب کے صحیح جواب دیتا ہوں۔
اُستاد: بتاؤ۔
شاگرد: جناب پہلے اُسے نہلایا گیا۔ پھر کفن پہنایا گیا
اور پھر......

لڑکا: (قصائی سے) یہ بکرا کیوں چیخ رہا ہے؟
قصائی: اسے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہا ہوں۔
لڑکا: اوہ — میں سمجھا تم اسے سکول لے جا رہے ہو۔

اُستاد (شاگرد سے) ملزم کی جمع کیا ہے؟
شاگرد: جی ملازم۔

مُنّا: ہوائی جہاز کس طرح اُڑتا ہے؟
ابا جان: معلوم نہیں۔
مُنّا: موٹر کیسے چلتی ہے؟
ابا جان: پتا نہیں۔
مُنّا: گھڑی کس نے بنائی تھی؟
ابا جان: معلوم نہیں کس نے بنائی تھی۔
مُنّا: اور وہ ابا جان... خیر چھوڑیے

ابا جان: پوچھتے کیوں نہیں بیٹا، پوچھو گے نہیں تو تمہارا
علم کس طرح بڑھے گا؟

مالک مکان: چور سے۔ سارا سامان یہاں رکھ دو ورنہ
ابھی پولیس کو بُلاتا ہوں۔
چور: حضور صاحب، سارا سامان کس طرح یہاں رکھ دوں؟
آدھا سامان تو آپ کے ہمسائے کا ہے۔

شاہد: کیوں زاہد سورج کس طرف سے نکلتا ہے؟
زاہد: (ناراض ہو کر) یہ تو تم کسی بے وقوف سے
بھی پوچھو گے تو بتا دے گا۔
شاہد: اسی لئے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

منصور: جناب، اس لیے کہ زرافے کا سر اس کی گردن سے بہت دُور ہوتا ہے۔

خالد: حامد، تم نے میٹرک کس ڈویژن میں پاس کیا تھا؟
حامد: لاہور ڈویژن سے۔

پاگل خانے کا ڈاکٹر (پاگل سے) یہ خط کس کو لکھ رہے ہو؟
پاگل: اپنے آپ کو۔
ڈاکٹر: کیا لکھا ہے؟
پاگل: خط ابھی مجھے ملا کہاں ہے جو آپ کو بتاؤں۔

ننھا جاوید صُبح کی نماز کے بعد گڑگڑا کر دُعا مانگ رہا تھا "یا اللہ جہلم کو پاکستان کا دارُالخلافہ بنا دے"۔ امّی نے یہ سُنا تو حیران ہو کر پُوچھا: مُنّے، ایسی دُعا کیوں مانگ رہے ہو؟
مُنّے نے بڑی معصُومیت سے جواب دیا۔ "امّی جان میں پرچے میں یہی لکھ کر آیا ہُوں"۔

امّی: مُنّے میاں، غسل خانے میں رو کیوں رہے ہو؟

مُنّا: امّی جان میری قمیص گر گئی ہے۔
امّی: اس میں رونے کی کونسی بات ہے؟
مُنّا: امّی جان. قمیص کے اندر میں بھی تھا۔

ریاض: قیامت کب آئے گی؟
اعجاز: حساب کی گھنٹی میں۔

اُستاد: سرگرم کو فقرے میں استعمال کرو۔
شاگرد: گرمیوں میں ننگے سر پھرنے سے سر گرم ہو جاتے ہیں۔

اُستاد: اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟
شاگرد: جی میری نانی صاحبہ فوت ہو گئی تھیں۔
اُستاد: بے خیالی میں، خبردار جو ایسا ہُوا۔ چلو بیٹھو با کر۔

دو ابھی رات کے وقت کہیں جا رہے تھے۔ ایک نے ٹارچ جلا کر اُس کا رُخ آسمان کی طرف کیا اور بولا:
"کیا تم اس پر بڑھ سکتے ہو؟"
دُوسرے نے جواب دیا: "میں اتنا بے وقوف نہیں

ہوں۔ اگر تم نے ٹارچ بجھا دی تو میں نیچے گر پڑوں گا

ننھا: امّی جان، آج کیا پکا ہے؟
امّی: کچھ بھی نہیں ننھے۔
ننھا: تو وہی دے دیجیے امّی۔

ڈرائیور (راہ گیر سے) تم تو کہتے تھے۔ یہاں ٹخنے ٹخنے
پانی ہے۔ میری تو یہاں کار ڈوب چلی ہے۔
راہ گیر: جناب میں تو یہاں پہلی مرتبہ آیا ہوں۔ ویسے
ابھی ابھی یہاں سے بطخیں گزری تھیں۔ ان کے ٹخنے
ٹخنے ہی پانی تھا۔

ایک انسپکٹر صاحب سکول کا معاینہ کرنے کے لئے
آئے اور ایک لڑکے سے پوچھنے لگے: کتّے کی کتنی
ٹانگیں ہوتی ہیں؟
"تقریباً چار" لڑکے نے جواب دیا۔
"اور آنکھیں" انھوں نے پوچھا۔
"کم سے کم دو" لڑکے نے پھرتی سے جواب دیا۔
"اور دُمیں"؟ انسپکٹر صاحب نے مسکرا کر پوچھا

"زیادہ سے زیادہ ایک۔" لڑکے نے جواب دیا۔
"اور کان؟" انسپکٹر صاحب نے پوچھا۔
"تو کیا واقعی آپ نے ابھی تک کُتا نہیں دیکھا؟"
لڑکے نے حیران ہو کر پوچھا۔

پاگل خانے کا نیا داروغہ پاگلوں کے ساتھ باغ میں ٹہل رہا تھا۔ ایک پاگل نے بڑی محبت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا: "ہم آپ کی بے حد قدر کرتے ہیں۔"
"وہ کیوں؟" داروغہ نے خوش ہو کر پوچھا۔

"اس لیے کہ آپ ہمارے جیسے ہی معلوم ہوتے ہیں"

بوڑھا مریض: ڈاکٹر صاحب، میری داہنی ٹانگ میں درد ہے۔
ڈاکٹر: یہ تو بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔
مریض: مگر ڈاکٹر صاحب میری دوسری ٹانگ بھی تو اسی عمر کی ہے۔

ٹکٹ کلکٹر: تمھاری عمر کتنی ہے؟
لڑکا: گاڑی میں تین سال، سکول میں چار سال، گھر میں پانچ سال۔

ماسٹر صاحب: مظہر، بتاؤ ہاکی کس طرح کھیلی جاتی ہے؟
مظہر: جناب بائیس لڑکے ایک گیند کو ڈنڈوں سے پیٹ پیٹ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کرتے ہیں۔

دو افیمی سو رہے تھے۔ ایک افیمی کے پیٹ پر کھجلی ہوئی تو اس نے دوسرے کے پیٹ پر کھجانا شروع کر دیا۔ دوسرا بولا: "ارے بھئی یہ تو میرا پیٹ ہے۔"

"یہ تمھارا پیٹ ہے تو میرا کہاں گیا؟" دُوسرے انیمی نے ناراض ہو کر پوچھا۔

اُستاد: منصُور، بتاؤ دردناک کے کیا معنی ہیں؟
منصُور: جناب جس کی ناک میں درد ہو۔

ایک لڑکا: میرا بھائی پانی کے اندر پانچ منٹ تک رہ سکتا ہے۔
دُوسرا لڑکا: واہ، یہ کونسی بڑی بات ہے۔ میرے خالو تو پانی میں آدھ گھنٹے رہ سکتے ہیں۔
تیسرا لڑکا: وہ کونسا تیر مارتے ہیں۔ تین مہینے ہوتے میرے ماموں نے دریا میں غوطہ لگایا تھا۔ اب تک باہر نہیں نکلے۔

سعید: پرویز، میرے ایک عزیز دوست کی شادی ہے۔ کوئی اچھا سا تحفہ بتاؤ جو اسے دیا جائے۔
پرویز: میرے خیال میں تم ایک انگوٹھی دے دو۔
سعید: نہیں یار۔ وہ تو بہت چھوٹی سی ہوگی۔
پرویز: تو پھر سائیکل کا ٹائر دے دو۔ وہ بڑا ہوگا۔

ایک موٹا آدمی ہاتھی پر بیٹھا جا رہا تھا۔ ایک لڑکا اُسے دیکھ کر زور سے ہنسا۔ موٹا ناراض ہو کر بولا:

"کیوں ہنس رہے ہو؟ کیا کبھی ہاتھی نہیں دیکھا؟"
لڑکے نے جواب دیا۔ "ہاتھی تو دیکھا ہے۔ مگر ہاتھی پر ہاتھی نہیں دیکھا تھا۔"

ایک مُسافر (دُوسرے سے) کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ ہم چائے بھی پی آئیں اور گاڑی بھی نہ جائے۔

دوسرا مسافر: گارڈ کو بھی ساتھ لے چلو۔

ٹکٹ بابو: یہ لفافہ بھاری ہے۔ اس پر اور ٹکٹ لگے گا۔
دیہاتی: (حیرت سے) بابو صاحب! ٹکٹ لگانے سے تو لفافہ اور بھی بھاری ہو جائے گا۔

ایک افیمی: یار رات کو سورج کیوں نہیں نکلتا؟
دوسرا: نکلتا ہے بھئی۔ کس نے کہا کہ نہیں نکلتا۔
پہلا: تو نظر کیوں نہیں آتا؟
دوسرا: ارے بے وقوف، اندھیرا جو ہوتا ہے۔ نظر کیسے آئے؟

قاسم: یہ تمھارے رومال میں گرہ کیسی لگی ہوئی ہے؟
فاروق: یہ میری امّی نے لگائی تھی کہ میں ان کا خط پوسٹ کرنا نہ بھول جاؤں۔
قاسم: تو خط پوسٹ کر دیا نا؟
فاروق: نہیں وہ مجھے خط دینا ہی بھول گئیں۔

اشتاد: ہیلو زبیدہ! تم کتنے بدل گئے ہو بھئی۔

اجنبی: معاف کیجیے گا، میرا نام نوید نہیں ہے۔
راشد: اچھا تو تم نے اپنا نام بھی بدل دیا ہے۔

فیّاض: جب ریل گاڑی کی ٹکّر ہوتی ہے تو اگلے ڈبّوں
کو زیادہ نقصان پُہنچتا ہے۔
عثمان: یہ ریلوے والے بھی بہت بے وقُوف ہیں۔
اگلے ڈبّے لگاتے ہی کیوں ہیں؟

اُستاد: خُدا نے پیٹ کس لیے بنایا ہے؟
شاگرد: جناب، پاجامہ باندھنے کے لیے۔

اُستاد: فرید تمھیں کونسا موسم زیادہ پسند ہے؟
فرید: جناب سردیوں میں گرمی اور گرمیوں میں سردی۔

بس سٹاپ پر بہت سے لوگ جمع تھے۔ ایک بس
آئی۔ کنڈکٹر نے دروازہ کھولا اور کہا "صرف ایک آدمی"
ایک بابا ہی دروازے کے قریب تھا۔ وہ جلدی سے
بس میں سوار ہو گیا۔ اس کے پیچھے ایک اور آدمی چڑھ
گیا۔ کنڈکٹر نے غُصّے سے اس آدمی کی طرف دیکھا اور

کہا: "تم نے سُنا نہیں۔ میں نے کہا تھا صرف ایک آدمی"
اس آدمی نے جواب دیا: "مگر وہ تو سپاہی ہے۔
آدمی کو تو لو"

ایک وزیر کسی پاگل خانے کا معاینہ کرنے گئے۔
پھرتے پھراتے انھیں ایک کمرے میں ایک پاگل نظر آیا
جو بڑی پیار بھری نظروں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔
وزیر صاحب اس کی طرف بڑھے۔
"کہو بھئی کیا حال ہے؟" انھوں نے پوچھا۔
"خدا کا شکر ہے جناب۔ آپ کی دُعا ہے۔" پاگل
نے جواب دیا۔
"کیا نام ہے تمھارا؟" انھوں نے پوچھا۔
"جی، میرا نام رحمت علی ہے۔" اس نے جواب دیا۔
"کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟" پاگل نے کہا۔
"ہاں کیوں نہیں۔ وزیر صاحب نے جواب دیا۔"میرا
نام زاہد علی ہے اور اس ملک کا وزیر ہوں۔"
پاگل ان کا جواب سُن کر زور سے ہنسا اور ہنستا
چلا گیا۔ جب وہ خوب ہنس چکا تو وزیر صاحب کی
طرف شرارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا "ٹھیک

ہے۔ یہاں آنے سے پہلے میں بھی اپنے آپ کو وزیر کہا کرتا تھا۔"

ایک انسپکٹر صاحب کسی سکول کا معاینہ کرنے کے لیے آئے۔ ایک جماعت میں جا کر اُنھوں نے تختہ سیاہ پر چاک سے لکھا:

"ہم دُودھ پینا ہے۔"

پھر اُنھوں نے ایک لڑکے سے پُوچھا۔" بتاؤ اس فقرے میں کیا خرابی ہے؟"

"جی، خط بہت خراب ہے۔" لڑکے نے اطمنان سے جواب دیا۔

سجّاد: سناؤ بھئی بڑی مُدّت کے بعد ملے ہو ۔ کہو تمھارے برخوردار کا کیا حال ہے۔ ٹھیک ٹھاک ہے نا؟

نعیم: ہاں بھئی۔ ماشاء اللہ اب تو چار پانچ مہینوں سے چل پھر رہا ہے۔

سجّاد: چار پانچ مہینوں سے چل پھر ہی رہا ہے اور ابھی تک تھکا نہیں۔

مجسٹریٹ (ملزم سے) تم نے جُرم بڑی ہوشیاری اور صفائی سے کیا۔
مُلزم: شکریہ جناب۔ آپ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے میرے ہُنر کی تعریف کی ہے۔

حکیم صاحب: کیوں بیٹا، تمھیں بُخار کس وقت آتا ہے؟
لڑکا: سکول جانے سے ذرا پہلے۔

ہوٹل کا نوکر اپنے مالک سے بولا" وہ آدمی جو اُوپر کی منزل میں رہتا ہے، کہتا تھا کہ رات بارش میں چھت اس قدر ٹپکی کہ میں بالکل بھیگ گیا۔
مالک بولا" خُوب، تو اس کے بِل میں نہانے کے پیسے بھی شامل کر لینا۔

ایک بادشاہ نے اپنے درباری مسخرے کو خُوش ہو کر گھوڑا انعام میں دیا۔ گھوڑا بڑا مریل اور کمزور تھا۔ مسخرا گھوڑے پر سوار ہُوا اور ایک طرف کو چل دیا۔ بادشاہ نے آواز دے کر پُوچھا:
"کیوں بھئی، کہاں چل دیئے؟

"حضور، جمعے کی نماز پڑھنے۔" مسخرے نے جواب دیا۔
"مگر آج تو سوموار ہے۔" بادشاہ نے حیران ہو کر کہا۔
مسخرا یہ سن کر گھوڑے سے اتر آیا اور ہاتھ جوڑ کر
بولا: "حضور، یہ گھوڑا جامع مسجد تک جمعے کے دن ہی
پہنچے گا۔"

افسر: بندوق صاف کرتے وقت سب سے پہلے کس
بات کا خیال رکھنا چاہیے۔
سپاہی: جناب بندوق کے نمبر کا۔
افسر: کیوں؟
سپاہی: تاکہ کسی اور کی بندوق نہ صاف ہو جائے۔

کسی کسان کی گائے بیمار ہو گئی۔ وہ بھاگا بھاگا
اپنے ایک دوست کے پاس گیا اور پوچھا: "کیوں
بھئی پچھلے سال تمھاری گائے بیمار ہوئی تھی تو تم نے
اسے کیا دیا تھا؟
"مٹی کا تیل۔" دوست نے جواب دیا۔
کسان واپس آیا اور اپنی گائے کو بھی مٹی کا تیل
پلا دیا۔ گائے مر گئی۔ کسان غصے میں بھرا ہوا اپنے

دوست کے پاس پہنچا اور بولا: "تم نے کہا تھا نا کہ تم نے اپنی بیمار گائے کو مٹی کا تیل دیا تھا۔"

"ہاں، کہا تو تھا" دوست نے جواب دیا۔

"میں نے اپنی گائے کو مٹی کا تیل دے دیا مگر وہ مر گئی۔"

"تو پھر کیا ہوا۔ میری گائے بھی تو مر گئی تھی!" دوست نے کہا۔

ایک لڑکا لیٹر بکس میں خط ڈالنے کے لیے جا رہا تھا۔ تیز ہوا چل رہی تھی۔ ایک جھونکا جو آیا تو ہاتھ سے خط اُڑا کر لے گیا۔ لڑکا پہلے تو اس کے پیچھے دوڑا مگر جب دیکھا کہ خط ہاتھ نہیں آئے گا تو رُک کر بولا: "چلو جانے دو۔ ہوائی ڈاک سے پہنچ جائے گا۔"

گاہک (بیرے سے) دیکھو شوربے میں مکھی تیر رہی ہے۔
بیرا: مگر جناب یہ بھی تو دیکھیے کہ کس خوب صورتی سے تیر رہی ہے۔

ایک نوجوان سپاہی اپنے دوستوں کو بتا رہا تھا
کہ میں نے تین وجوہ کی بنا پر فوجی ملازمت اختیار کی۔
(۱) میں اپنے ملک کے دفاع کے لیے لڑنا چاہتا تھا
(۲) میں اپنے جسم کو مضبوط بنانا چاہتا تھا۔
(۳) وہ زبردستی مجھے بھرتی کر کے لے گئے۔

ایک آدمی کتاب ہاتھ میں لیے زور زور سے
قہقہے لگا رہا تھا۔ دوسرے آدمی نے پوچھا: "کیا کوئی
مزیدار لطیفہ ہے؟"
اس نے جواب دیا: "جی ہاں، لکھا ہے، ہنسنے سے
خون بڑھتا ہے۔"

کسی اخبار کا رپورٹر ایک کسان سے انٹرویو لے
رہا تھا۔ اس نے سوال کیا:
"کیا آپ کے ہمسائے ایمان دار ہیں؟"
"جی ہاں، بالکل۔" اس نے جواب دیا۔
رپورٹر نے مرغیوں کے باڑے کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے پوچھا:
"مگر وہ باڑے کی دیوار کے ساتھ بھری ہوئی بندوق

کس لیے رکھی ہے؟"

"اپنے ہمسایوں کو ایماندار رکھنے کے لیے" کسان نے مُسکرا کر جواب دیا۔

میلے میں ایک بچّہ اپنی ماں سے بچھڑ گیا۔ اس نے ایک سپاہی کو روک کر اس سے پُوچھا:

"کیا آپ نے میری امّی کو میرے بغیر جاتے ہُوئے دیکھا ہے؟"

ایک فلسفی، ایک گنجا اور ایک حجّام اکٹھے سفر کر

رہے تھے۔ راستے میں رات ہو گئی۔ فیصلہ ہُوا کہ رات کو باری باری پہرہ دیا جائے۔ پہلے حجّام کی باری تھی۔ پہرہ دیتے دیتے اس کا جو دل گھبرایا تو اس نے اُسترا نکال کر فلسفی کا سر مُونڈ ڈالا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے فلسفی کو اُٹھا دیا اور خود سو گیا۔ فلسفی کسی سوچ میں گُم تھا۔ یکایک ہاتھ اُٹھا کر سر پر پھیرا تو بے خیالی میں بولا: "نامعقول کہیں کا۔ باری میری تھی اور اُٹھا دیا گنجے کو۔"

مشہور انگریز ادیب جارج برنارڈ شا ایک ہوٹل میں کھانا کھا رہے تھے۔ ہال میں آرکسٹرا بج رہا تھا۔ موسیقی کے بے ہنگم شور سے تنگ آ کر انھوں نے بیرے کو بُلایا اور پُوچھا: "کیوں میاں، کیا یہ بینڈ والے فرمائشی چیز بھی بجاتے ہیں؟"

"جی ہاں، کیوں نہیں۔" بیرے نے ادب سے کہا۔

"تو جاؤ ان سے کہو کہ اب بغلیں بجائیں۔"

ہوٹل کا بل ادا کرنے کے بعد مُسافر نے سامان کا جائزہ لیا تو گھبرا کر ہوٹل کے ملازم سے کہا:

"ذرا بھاگ کر کمرہ نمبر 12 میں جانا۔ میں وہاں اپنی گھڑی اور چشمہ تو نہیں بھول آیا؟ ذرا جلدی کرو۔ گاڑی چھوٹنے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے ہیں۔"

سات آٹھ منٹ کے بعد نوکر دوڑتا ہوا آیا اور اطمینان سے بولا:

"جناب! دونوں چیزیں کمرے میں چھوٹی میز پر رکھی ہیں۔"

خریدار: کیا یہ کپڑا اونی ہے؟
دکان دار: جی ہاں بالکل اونی ہے۔
خریدار: مگر اس پر لیبل تو سوتی کا لگا ہوا ہے۔
دکان دار: اجی جناب، یہ تو چوہوں کو دھوکا دینے کے لیے لگا دیا ہے۔

"مجھے دفتر جانا ہے، خدا کے لیے بتاؤ کھانے میں ابھی کتنی دیر ہے؟" میاں نے بیوی سے پوچھا۔

"خواہ مخواہ شور مچاتے ہیں آپ۔ دو گھنٹے سے تو کہہ رہی ہوں کہ بس دو منٹ میں تیار ہوا جاتا ہے۔" بیوی نے جواب دیا۔

اُستاد: ایم۔بی۔بی۔ایس کا مطلب کیا ہے؟
شاگرد: جناب، میاں، بیوی، بچّوں سمیت۔

ایک صاحب ڈرائیوری کا امتحان دینے کے لیے گئے۔ واپسی پر کسی دوست نے پُوچھا: "کیوں بھئی امتحان کیسا رہا؟"
بولے: "جب میں ہسپتال سے آیا تو اس وقت تک امتحان لینے والا ہوش ہی میں نہیں آیا تھا۔ معلوم نہیں نتیجہ کیا نکلنا ہے۔"

افضل: ایک دن میں نے اور میرے ایک دوست نے فیصلہ کیا کہ ہم دونوں ایک دُوسرے کو اس کی خامیوں اور عیبوں سے آگاہ کرتے رہا کریں گے۔
ناصر: اچھا، پھر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟
افضل: نو سال سے ہم دونوں کی بول چال بند ہے۔

ایک قبر پہ یہ کتبہ لکھا ہُوا تھا:
"یہاں میری بیوی آرام کر رہی ہے۔ اسے آرام کرنے دو۔ اب وہ آرام سے ہے...."

اور میں بھی آرام سے ہُوں۔"

فوجی افسر: (رنگروٹ سے) تم نے بیس گولیاں ضائع کر دی ہیں۔ ان میں ایک بھی نشانے پر نہیں لگی۔ سب اِدھر اُدھر نکل گئیں۔

رنگروٹ: جناب، میں تو خود حیران ہوں۔ یہاں سے تو گولی بالکل ٹھیک جاتی ہے۔

ایڈیٹر: کیا یہ غزل واقعی آپ نے لکھی ہے؟

شاعر: جی ہاں بے شک۔

ایڈیٹر: میرزا غالب صاحب! آپ سے مِل کر بہت خوشی ہوئی۔ میں تو سمجھا تھا آپ وفات پا چکے ہیں۔

خاوند نے اپنی عالی نسبی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہُوئے کہا: "ہمارے آباؤ اجداد قبیلہ قریش سے تھے۔"

"رہنے بھی دو!" بیوی نے بھنّا کر کہا۔ "اگلی مرتبہ تم کہو گے کہ تمہارے جدِّ امجد حضرت نوحؑ کے ساتھ ان کی کشتی میں سوار تھے!"

"لاحول ولا قوۃ" خاوند نے تنک کر جواب دیا۔

"بھئی، اُن کی تو اپنی کشتی تھی۔ وہ بھلا دُوسرے کی کشتی میں کیوں سوار ہوتے؟"

ایک شخص نے نئی کار خریدی اور ڈرائیور سے کہا کہ سیر کے لیے شہر سے باہر چلو۔ اتفاق سے ڈرائیور اناڑی تھا۔ تیز رفتاری کی وجہ سے کار قابو سے باہر ہو گئی اور ایک درخت سے ٹکرا کر رُک گئی۔
کار کے مالک نے ڈرائیور سے پوچھا: "کیوں بھئی! جہاں درخت نہیں ہوتے وہاں تم کار کس طرح روکتے ہو؟"

"آپ کی تعلیم؟" میں نے ایک آدمی سے پُوچھا۔
"ہاف ایم۔اے" اس نے جواب دیا۔
"ہاف ایم۔اے"؟ میں نے حیرت سے دُہرایا۔
"جی ہاں! میں مڈل پاس ہوں۔"

ایک آدمی سٹاپ پر کھڑا بس کا انتظار کر رہا تھا لیکن جو بس آتی بھری ہوتی۔ اس طرح کافی دیر ہو گئی۔ اس نے سوچا اگر اب بس آئی تو میں اس کے

پیچھے بھاگتا ہُوا گھر چلا جاؤں گا۔ اتنے میں بس
جو آئی تو وہ بھی بھری ہُوئی تھی۔ اس کے بس کے
پیچھے بھاگنا شروع کر دیا اور ہانپتا کانپتا گھر پہنچ کر
پلنگ پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بیوی
سے کہا۔" آج میں نے دو آنے بچائے ہیں۔" یہ کہہ کر
اس نے ساری بات سُنا دی۔

بیوی ناراض ہو کر بولی "آپ ٹیکسی کے پیچھے
کیوں نہیں بھاگے؟ اس طرح دو روپے بچ جاتے۔"

ایک بیمہ ایجنٹ : ہماری کمپنی پالیسی کی ادائیگی میں
بہت مشہور ہے۔ اگر اس کا کوئی مُوکّل مر جائے
تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر بیمہ کی رقم اس
کے وارثوں کو ادا کر دیتی ہے۔

دُوسرا بیمہ ایجنٹ : یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ہماری
کمپنی کا دفتر ایک دس منزلہ عمارت کی پانچویں
منزل پر ہے۔ ہمارا ایک مؤکّل دسویں منزل پر
رہتا تھا۔ ایک دن کیا ہُوا کہ وہ اپنے کمرے کی
ایک کھڑکی سے گر پڑا اور جیسے ہی وہ ہماری
منزل کی کھڑکی کے قریب سے گزرا، ہم نے

بیمے کی رقم کا چیک کاٹ کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

تھیٹر کے ٹکٹ گھر کے قریب طوطے کا پنجرہ لٹکا ہوا تھا۔ جب لوگ ٹکٹ خریدنے آتے تو طوطا چیخ چیخ کر کہتا: "قطار بنائیے جناب، قطار بنائیے جناب" لوگ قطار بنا لیتے۔

ایک دن طوطا اُڑ گیا۔ اس کا مالک ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک جگہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ طوطا ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھا ہے اور بہت سے طوطے اسے مار رہے ہیں۔ طوطا چلّا چلّا کر کہہ رہا ہے "قطار بنائیے جناب، قطار بنائیے"۔

"یہ کہاں کی شرافت ہے جناب۔ آپ میری سیٹ ہلائے چلے جا رہے ہیں" بس میں بیٹھے ہوئے ایک دُبلے پتلے آدمی نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک موٹے آدمی سے کہا۔

"معاف کیجیے۔ میں سیٹ نہیں ہلا رہا، سانس لے رہا ہوں" موٹے آدمی نے جواب دیا۔

ایک شخص کو عدالت میں لایا گیا۔ اس پر الزام تھا کہ اس نے ایک دکان کے شوکیس میں رکھا ہوا موتیوں کا ایک قیمتی ہار اڑا لیا تھا۔ جج نے اس سے پوچھا: "تم نے موتیوں کا ہار شوکیس سے کیوں چرایا؟" ملزم نے جواب دیا "جناب وہاں لکھا تھا: اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیجیے۔"

برما کے محاذ پر رائل انجینیئرز کور کے کمانڈنگ افسر نے اپنے ایک لیفٹیننٹ کو ایک دلدلی علاقے میں سڑک تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ لیفٹیننٹ نے موقع کا معاینہ کرنے کے بعد رپورٹ پیش کی کہ: "جناب یہ دلدل آدمی کے قد سے بھی زیادہ گہری ہے۔ اس لیے اس پر سڑک تعمیر نہیں ہو سکتی۔"

"بکو مت۔" کرنل نے گرج کر کہا۔ "سڑک بہر حال تعمیر ہونی چاہیے۔ تم کو جس چیز کی ضرورت ہو وہ لکھ دو۔ مہیا کر دی جائے گی۔"

لیفٹیننٹ سلیوٹ کر کے اپنے خیمے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد کرنل کو ایک چٹ ملی جس پر تحریر تھا: "دلدل والے علاقے میں سڑک تعمیر کرنے کے لیے

سولہ سولہ فُٹ کے دس آدمی مہیّا کر دیے جائیں۔"

پہلی جنگ عظیم کا ذکر ہے۔ ایک بیوی نے اپنے شوہر کو خط لکھا، جو اس وقت محاذ پر تھا:

"گاؤں میں ایک بھی صحت مند آدمی باقی نہیں رہ گیا۔ سب کے سب بھرتی کر کے جنگ پر بھیج دیے گئے ہیں۔ اب مجھے اپنے کھیتوں میں خود ہی ہل چلانا ہوگا۔ کیا کروں؟"

خاوند نے واپسی ڈاک سے جواب دیا: "کھیتوں میں ہل ہرگز نہ چلانا۔ ہمارے کھیتوں میں اسلحہ دبا ہوا ہے۔"

جنگ کا زمانہ تھا۔ خط سنسر ہو گیا اور پھر پولیس نے سارا کھیت کھود ڈالا۔ بیوی نے ساری کیفیت خاوند کو لکھ بھیجی۔ اس نے جواب دیا:

"اب کھیت میں گندم بو دو۔"

مریض: ڈاکٹر صاحب، مجھے ایسی چیز کی ضرورت ہے۔ جس سے میری سُستی ختم ہو جائے۔ میں چاق و چوبند ہو جاؤں۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ میں لڑنے مرنے پر تیار ہو جاؤں۔ کیا آپ نے میرے

نسخے میں کوئی ایسی چیز شامل کر دی ہے؟
ڈاکٹر: وہ چیز نسخے میں نہیں بل میں شامل کر دوں گا۔"

پہلا دوست: تمہارے دادا جان کے انتقال کی خبر سن کر بے حد دکھ ہوا۔ خدا مغفرت کرے۔ ویسے کیا عمر تھی مرحوم کی؟"
دوسرا دوست۔ یہی کوئی 98 سال کے ہوں گے۔
پہلا دوست۔ اوہو! اگر دو سال اور جی لیتے تو سنچری مکمل ہو جاتی۔

اُستاد: نفی کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں جنسیں یکساں ہوں۔ مثلاً چار آدمیوں میں سے دو گھوڑے، چار آموں میں سے دو کیلے نہیں نکالے جا سکتے۔
شاگرد: مگر جناب، دو بھینسوں میں سے دس سیر دودھ تو نکالا جا سکتا ہے۔

پہلا شخص: میں آپ کو بے حد شریف آدمی سمجھتا تھا۔
دوسرا آدمی: میں بھی آپ کو شریف آدمی خیال کرتا تھا۔
پہلا شخص: آپ بالکل ٹھیک سمجھے تھے۔ میں نے غلط اندازہ لگایا تھا۔

ایک جلسے میں کوئی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ تقریر اتنی بور تھی کہ آہستہ آہستہ سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ صرف ایک آدمی بیٹھا رہا۔ مُقرّر نے جوش میں آ کر کہا "کوئی بات نہیں۔ اگر سب لوگ چلے گئے تو کیا ہُوا؟ میری آواز یہ خدا کا بندہ گھر گھر پہنچا دے گا۔"

"مگر جناب میں تو لاؤڈ سپیکر والا ہُوں۔" اس آدمی نے جواب دیا۔

ہوائی فوج کے نوجوان باری باری پیرا شُوٹ باندھ

کہ ہوائی جہاز سے کودنے کی مشق کر رہے تھے۔ جب آخری نوجوان کی باری آئی تو اس نے بغیر پیرا شوٹ باندھے ہی کودنے کی کوشش کی۔

افسر بولا "ٹھہرو جوان، تم نے پیرا شوٹ نہیں باندھا"

"کوئی بات نہیں جناب" نوجوان نے کہا "یہ مشق ہی تو ہے"

ایک آدمی رات کے وقت ایک سڑک پر سے گزر رہا تھا کہ دو ڈاکوؤں نے اُسے گھیر لیا۔ ایک ڈاکو نے جلدی سے آگے بڑھ کر پوچھا:

"تمھارے پاس ایک پیسہ ہے؟"

"ایک پیسہ؟" اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا کرو گے اس کا؟"

"ٹاس کریں گے تاکہ ہم دونوں آپس میں فیصلہ کر سکیں کہ تمھاری گھڑی کون لے اور سُوٹ کون؟"

ایک عورت اپنے دو بچوں کو لے کر ایک سہیلی سے ملنے گئی۔ چھوٹے بچے کو دیکھ کر اس کی سہیلی نے کہا: "اس کی آنکھیں بالکل ماں کی طرح ہیں۔"

ماں بولی: "اور ماتھا باپ کا ہے۔"
"اور پاجامہ بڑے بھائی کا ہے۔" اس کے بڑے بچے نے کہا۔

ایک ضروری اعلان:
"ہفتے کے روز سہ پہر کے وقت شہر کے پارک میں چائے پارٹی ہوگی۔ اگر خدا نخواستہ اس روز بارش ہو گئی تو پارٹی اسی روز صبح کے وقت ہوگی۔"

ایک پلٹن کے سپاہیوں نے اپنے افسر سے شکایت کی کہ آج کھانا باسی اور بدمزہ تھا۔ افسر بولا: "غلط ہے۔ آج تو کھانا اتنا اچھا تھا کہ اگر نپولین کی فوج کو دیا جاتا تو وہ پوری دنیا کو فتح کر لیتی۔"
اس پر ایک سپاہی بولا: "مگر جناب نپولین کے زمانے میں یہ کھانا تازہ تھا۔"

مریض: کیا ڈاکٹر نے نیند لانے والی گولیاں ابھی تک نہیں بھیجیں؟
نرس: نہیں، ابھی تک نہیں بھیجیں۔

مریض: گولیاں جلد منگوا لو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں گولیوں کے انتظار میں زیادہ دیر جاگ نہیں سکتا۔

ایک ریلوے سٹیشن کے باہر چھوٹی چھوٹی دُکانیں تھیں۔ ان میں سے ایک دکان کے باہر لکھا ہُوا تھا:

"ٹانگوں کی ضرورت ہے۔"

لوگوں کی نظر جب اس بورڈ پر پڑتی تو وہ کچھ حیرت اور دلچسپی سے اس کی طرف دیکھتے۔ پھر آگے بڑھتے کہ دیکھیں اس کے نیچے کیا لکھا ہُوا ہے۔ موٹے حروف کے نیچے انھیں یہ عبارت نظر آتی:

"ہماری سِلی ہوئی پتلونوں میں ڈالنے کے لیے۔"

ایک بچّے کی سالگرہ تھی۔ بچّے کا ماموں بہت کنجوس تھا۔ وہ اسے ایسا تحفہ دینا چاہتا تھا جو زیادہ قیمتی نہ ہو۔ اس نے بچّے کے سامنے دس روپے کا ایک نوٹ اور ایک چمکتا ہُوا سِکّہ رکھا۔ اس کا خیال تھا کہ بچّہ چمکتا ہُوا سِکّہ اُٹھا لے گا۔ اس نے مُنّے سے کہا:

"ان دونوں میں سے جو چیز پسند ہو، اُٹھا لو۔"

ننّھے نے سِکّے کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے کہا:

"یہ —" پھر اس نے نوٹ کی طرف اشارہ کرکے کہا:
"اس میں پیسٹ دو۔"

یہ دُنیا بھی عجیب ہے۔ آپ خاموش رہیں تو لوگوں کو شُبہ ہوتا ہے کہ آپ جاہل ہیں اور اگر آپ باتیں کرنی شروع کر دیں تو یہ شُبہ دُور ہو جاتا ہے۔

موٹر ڈرائیوروں کو سڑک پر سلامتی کا سبق دیتے ہُوئے ایک ٹریفک آفیسر نے کہا:
" اگلی دُنیا میں پانچ منٹ پہلے پہنچنے کی بجائے کوشش یہ کرو کہ اس دُنیا میں جہاں کہیں جا رہے ہو، پانچ منٹ دیر سے پہنچو۔"

ایک فیکٹری میں کچھ مزدور سامان اُٹھا اٹھا کر دُوسری جگہ لے جا رہے تھے۔ فورمین نے ایک مزدور سے کہا: "دیکھو! دوسرے سب مزدور دو دو چیزیں اُٹھا کر لے جا رہے ہیں اور تم نے صرف ایک اُٹھا رکھی ہے۔"
مزدور بولا: "جناب وہ سب کام چور ہیں۔ دُوسرا پھیرا لگانے سے جی چُراتے ہیں۔"

کسی فرم میں ایک مینجر کی اسامی خالی تھی۔ فرم کا ڈائریکٹر ایک اُمیدوار کا انٹرویو لے رہا تھا۔ اُمیدوار بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا تھا۔ آخر میں اس نے کہا۔
"جناب، آپ مجھے ملازم رکھ لیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی فرم زمین سے اُٹھا کر آسمان پر لے جاؤں گا۔"
ڈائریکٹر بولا: "نہیں۔ میں آپ کو اس اسامی کے لیے نہیں رکھ سکتا۔"
"کیوں؟" اُمیدوار نے حیران ہو کر پُوچھا۔
"اس لیے کہ میں اپنی فرم کو زمین پر ہی رکھنا چاہتا ہوں۔"

دو کھلاڑی ٹینس کھیل رہے تھے۔ ایک کھلاڑی نے قریب ہی کھڑی ہُوئی ایک بچّی کی طرف اشارہ کر کے دُوسرے کھلاڑی سے کہا:
"دیکھیے کتنی پیاری بچّی ہے، مگر اس فیشن پرستی کا کیا کیجیے کہ بچاری کو لڑکوں جیسے کپڑے پہنا کر مضحکہ خیز بنا دیا گیا ہے۔"
"آپ کون ہوتے ہیں میری بچّی پر اعتراض کرنے

والے۔ ہم چاہے جیسے بھی کپڑے پہنائیں، آپ کو اس سے کیا؟" دُوسرے کھلاڑی نے خفا ہو کر کہا۔

"معاف کیجیے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ اس بچّی کے باپ ہیں۔"

"باپ نہیں۔ میں اس بچّی کی ماں ہُوں۔" دُوسرے کھلاڑی نے جواب دیا۔

ایک آدمی بڑی مُدّت کے بعد اپنے ایک دوست سے مِلا، جو کار میں جا رہا تھا۔ دوست نے کار روک لی اور اسے اندر بٹھا لیا۔

"ارے تم تو کنگال تھے۔ یہ کار کہاں سے لی؟"

دوست بولا: "کاروبار میں دولت کمائی ہے۔"

"مگر کاروبار کے لیے روپیہ کہاں سے آیا؟"

"ایک آدمی مِل گیا تھا۔ اس کے پاس روپیہ تھا اور میرے پاس تجربہ۔ اب گزشتہ دو سال سے اس کے پاس تجربہ ہے اور میرے پاس روپیہ۔"

ایک عورت نے ایک بُوڑھے آدمی کو سگریٹ پیتا دیکھ کر کہا: "سگریٹ پینے سے عُمر کم ہو جاتی ہے۔"

بُوڑھے نے مُسکرا کر کہا: "میں سولہ سال کی عمر سے سگریٹ پی رہا ہوں اور اس وقت میری عمر اسّی سال ہے۔"

"اگر آپ سگریٹ نہ پیتے تو اس وقت آپ کی عمر سو سال ہوتی۔" عورت نے جواب دیا۔

وکیل: میں تمہارا کیس لڑوں گا مگر یہ بتاؤ خرچ برداشت کر لو گے۔
مُلزم: میرے پاس تو صرف ایک سونے کا ہار ہے۔
وکیل: خُوب خُوب۔ میری فیس کے لیے وہ کافی ہوگا۔ مگر تم پر الزام کیا ہے؟
ملزم: جناب وہی ہار چُرانے کا۔

جج: تو تم نے اپنے نوکر کے سر پر کُرسی دے ماری اور وہ ٹوٹ گئی۔
ملزم: مگر میرا ارادہ نہیں تھا۔
جج: یعنی تمہاری حملہ کرنے کی نیت نہ تھی۔
ملزم: جی نہیں۔ کُرسی توڑنے کی نیت نہ تھی۔

"کیا یہ کُتا آپ کا ہے؟"
"آپ کو کیسے پتا چلا؟"
"آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔"
"میرے پیچھے پیچھے تو آپ بھی آ رہے ہیں۔"

ایک اخبار میں ایک دن لکھا ہُوا تھا:
"اس شہر کے نصف لوگ بے وقُوف ہیں۔" یہ پڑھ کر شہر کے بہت سے لوگ اخبار کے دفتر میں گئے اور اس کے ایڈیٹر سے احتجاج کیا۔ دُوسرے روز اخبار نے اس کی تصیح یُوں کر دی:
"اس شہر کے نصف لوگ عقلمند ہیں۔"

"خاموش" جج نے گرج کر کہا، "اگر اب کسی نے شور مچایا تو اسے کمرۂ عدالت سے باہر نکال دیا جائے گا۔"
"ہا ہا۔ ہو ہو۔ ہی ہی ہی۔ ہا ہا۔" ملزم نے شور مچا دیا۔

ایک شخص پلیٹ فارم پر ٹہل رہا تھا۔ اس نے ایک ڈبّے میں ایک بہت موٹا آدمی بیٹھا دیکھا تو

جا کر پوچھا:

"کیوں جناب، کیا یہ کمرہ صرف ہاتھیوں کے لیے مخصوص ہے؟"

"جی نہیں۔" موٹے نے مسکرا کر جواب دیا۔ "کُتّے، بِلّے، گدھے سب اس میں آ سکتے ہیں۔ آئیے تشریف لائیے۔"

ان کے ہاں پندرھواں بچّہ پیدا ہُوا۔ ماں باپ نے اس کا نام راشد رکھا۔ ڈاکٹر نے سرٹیفکیٹ پر یہی نام لکھ دیا۔

گھر آ کر لڑکے کے باپ نے ٹیلیفون کیا: "معاف کرنا ڈاکٹر صاحب، میں نوکر کو بھیج رہا ہوں۔ سرٹیفکیٹ پر راشد کی بجائے حامد کر دیں۔ گھر آ کر مجھے معلوم ہُوا کہ راشد نام کا ایک بچّہ پہلے ہی ہمارے ہاں موجود ہے۔"

فقیر: صاحب، میری مدد کیجیے، میرا سامان، بال بچّہ، مکان، روپیہ سب کچھ جل گیا۔

صاحب: مگر اس کا ثبوت کیا ہے؟

فقیر: جناب، ثبوت بھی تھا مگر مکان کے ساتھ وہ بھی

چل گیا۔"

پہلا: تم گدھے ہو۔
دُوسرا: تم گدھے کے باپ ہو۔
پہلا: چلو اچھا ہُوا باپ بیٹے نے ایک دُوسرے کو پہچان لیا۔

سونے کے ایک بیوپاری کو ہسپتال لایا گیا۔ وہ حادثے میں زخمی ہو گیا تھا اور نیم بے ہوشی کے عالم میں پڑا تھا۔ نرس تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کا ٹمپریچر لے رہی تھی اور ڈاکٹر کو بتا رہی تھی۔ ایک بار اس نے کہا: "ایک سو ایک۔"
دُوسری بار کہا: "ایک سو دو۔"
تیسری بار: "ایک سو تین۔"
یہ سُنتے ہی تاجر زور سے چیخ کر بولا: "ایک سو پندرہ پر سارا مال بیچ دینا۔"

ماں: نسیم، تم دوا پینے کے بعد قلابازیاں کیوں کھا رہے تھے؟

نسیم : امّی جان، میں دوا کو ہلا کر پینا بھول گیا تھا۔
قلابازیوں سے دوا پیٹ میں ہل گئی ہوگی۔

باورچی بیٹھے ڈینگیں مار رہے تھے۔ ایک بولا:
"میرے مالک کا باورچی خانہ اِتنا بڑا ہے، اِتنا بڑا
ہے کہ جب سینکڑوں باورچی کھانا پکانے میں مصروف
ہوتے ہیں تو وہ اُنہیں دیکھنے کے لیے کار میں بیٹھ
کر باورچی خانے میں آتے ہیں۔"
"یہ کون سی بڑی بات ہے۔" دُوسرے باورچی نے
کہا: "یہ تو ہمارے مالک کے باورچی خانے کے مقابلے
میں کچھ بھی نہیں ارے میاں، صرف اس سے اندازہ
کر لو کہ جب میں آلو اُبالتا ہوں تو یہ دیکھنے کے
لیے کہ آلو گل گئے ہیں یا نہیں، مجھے آبدوز کشتی استعمال
کرنی پڑتی ہے۔"

ایک صاحب حادثے کے بعد اپنی ٹوٹی پھوٹی کار
لے کر [illegible] کے پاس گئے مستری نے کار پر ایک
نظر ڈال کر کہا:
"معاف کیجیے گا۔ ہم کاروں کی مرمت کرتے ہیں،"

ان پر استری نہیں کرتے۔"

ایک سڑک پر اس قدر ٹریفک تھی کہ سڑک پار کرنا دُشوار تھا۔ ایک آدمی دیر سے اس انتظار میں کھڑا تھا کہ کب موقع ملے اور وہ اس پار جائے۔ سڑک کی دُوسری جانب بھی ایک آدمی کھڑا تھا۔ پہلے نے اُسے آواز دے کر پُوچھا: "ارے بھئی تم اس طرف کس طرح پُہنچ گئے ہو؟"

"میں تو پَیدا ہی اس طرف ہُوا تھا۔" دُوسرے نے جواب دیا۔

ایک صاحب نے کسی حلوائی سے لڈّو خریدے۔ لیکن فوراً ہی واپس کر دیے اور کہا کہ اس کے بدلے قلاقند دے دو۔ قلاقند بھی اُنھوں نے واپس کر دیا اور کہا کہ اس کے بدلے جلیبیاں دے دو۔ جلیبیاں لے کر وہ جانے لگے تو حلوائی نے آواز دی اور کہا:

حلوائی: میاں جی، پیسے تو دیتے جایئے۔

گاہک: کیسے پیسے؟

حلوائی: جلیبیوں کے۔

گاہک: جلیبیاں تو میں نے قلاقند کے عوض لی تھیں۔
حلوائی: تو قلاقند کے پیسے دیجیے۔
گاہک: لیکن قلاقند تو میں نے لڈّوؤں کے عوض لیا تھا۔
حلوائی: تو لڈّوؤں کے پیسے ہی دیجیے۔
گاہک: مگر لڈّو تو میں نے واپس کر دیے تھے۔

میاں بیوی ایک ڈاکٹر کے پاس گئے۔ بیوی کو بخار تھا۔ ڈاکٹر نے ٹمپریچر لینے کے لیے تھرما میٹر نکالا اور بیوی کے منہ میں رکھ کر کہا: "کچھ دیر منہ بند رکھیے گا۔" خاوند پاس کھڑا دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ سوچ کر بولا: "ڈاکٹر صاحب، یہ چیز کتنے کی آتی ہے؟"

ایک دیہاتی ڈاک خانے گیا اور پوسٹ ماسٹر سے بولا: "حضور، میرے نام کا کوئی خط آیا ہے؟"
"تمھارا نام اور پتا کیا ہے؟" پوسٹ ماسٹر صاحب نے پوچھا۔
"حضور، لفافے پر لکھا ہوگا۔"

ایک پارٹی میں ایک افسر بڑے مُوڈ میں تھا۔
اچانک اُس نے پلٹ کر اپنے سیکرٹری سے پُوچھا: "کیوں بھئی تمھارے والد صاحب کیا کرتے تھے؟
"جی وہ موچی تھے"۔ سیکرٹری نے جواب دیا۔
"تو پھر اُنھوں نے تمھیں موچی کیوں نہ بنایا؟"
سیکرٹری کو اپنے افسر سے اس جواب کی ہرگز توقّع نہ تھی۔ وہ بہت شرمندہ ہُوا۔ پارٹی میں شریک سب لوگوں نے اس پر قہقہے لگائے۔
کچھ دیر بعد سیکرٹری افسر سے مخاطب ہو کر بولا:
"صاحب، آپ کے والد صاحب کیا کرتے تھے؟"
"وہ ایک شریف آدمی تھے"۔ افسر نے بڑی ہوشیاری سے وار بچاتے ہُوئے جواب دیا۔
"تو پھر اُنھوں نے آپ کو شریف آدمی کیوں نہ بنایا؟" سیکرٹری بولا۔

افسر: (فوجی سے) تمھارے بال بہت بڑھ گئے ہیں۔ انھیں کٹواتے کیوں نہیں؟
فوجی: جناب کوئی حجّام نہیں ملتا۔
افسر: مگر کیمپ کا حجّام کہاں ہے؟

فوجی: حضور وہ میں ہی تو ہوں۔

رات گئے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ اس وقت گھر کا
مالک سو رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر ٹیلیفون کا ریسور
اٹھایا۔ "ہیلو" وہ دہاڑ کر بولا:
"آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟" دوسری طرف
سے آواز آئی۔
"جہنم سے۔"
"ٹھیک ہے۔میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم
جیسے آدمی کو کہیں غلطی سے جنت میں تو نہیں بھیج
دیا گیا۔"

سپاہی (سڑک پر پڑے ہوئے شرابی سے) یہاں کیوں پڑا
ہے۔ اپنے گھر کیوں نہیں جاتا؟
شرابی: سارا شہر میرے سامنے گھوم رہا ہے۔ میرا گھر
آئے گا تو جلدی سے اس میں داخل ہو جاؤں گا۔

"کیا آپ آیندہ کا مطلب اچھی طرح سمجھتے ہیں؟"
"جی ہاں۔ بڑی اچھی طرح۔"

"تو آیندہ یہاں تشریف نہ لایئے گا۔"

اُستاد: اُون کسے کہتے ہیں؟
شاگرد: جی، معلوم نہیں۔
اُستاد: یہ تمھارا کوٹ کس چیز کا بنا ہُوا ہے؟
شاگرد: جی ابّا جان کے پُرانے کوٹ کا۔

ایک لڑکا اپنے دوستوں کو بتا رہا تھا:۔
"صبح جب امّی مجھے جگاتی ہیں تو میرے بستر کے پاس آکر کہتی ہیں: "اُٹھو بیٹے، سُورج سر پر آ گیا۔ دوپہر تک سوتے ہی رہو گے؟ اور جب میں اُٹھ کر ہاتھ مُنہ دھوتا ہُوں اور ناشتا کرنے کے بعد امّی سے دو آنے مانگتا ہُوں تو کہتی ہیں: "کچھ خیال کرو بیٹا! ابھی تو دِن بھی نہیں چڑھا۔ تم تو صُبح ہی صُبح فضُول خرچی شروع کر دیتے ہو۔"

پولیس کی بھرتی ہو رہی تھی۔ ایک اُمیدوار سے پُوچھا گیا:
"فرض کرو تم ایک پولیس کار میں بالکل اکیلے جا

رہے ہو۔ ڈاکوؤں سے بھری ہوئی ایک اور کار چالیس میل فی گھنٹے کی رفتار سے تمھارا پیچھا کر رہی ہے۔ بتاؤ ایسے مشکل وقت میں تم کیا کرو گے؟"

اُمیدوار نے پہلے تو حیران ہو کر انٹرویو لینے والے کی طرف دیکھا اور پھر بولا: "رفتار پچاس میل کر دوں گا۔"

ایک مقدّمے کے دَوران میں دو وکیلوں نے آپس میں جھگڑنا شروع کر دیا۔ ایک بولا: "اس دُنیا میں تم جیسا بے وقوف اور کوئی نہ ہوگا۔"

دُوسرے نے طیش میں آ کر جواب دیا: "اور تم سے زیادہ بدتمیز اور گھٹیا انسان بھی کوئی نہ ہوگا۔"

جج نے فوراً طرح دیتے ہُوئے کہا: "آرڈر، آرڈر۔ تمھیں معلوم نہیں کہ یہاں میں بھی موجُود ہُوں۔"

ایک افیمی: (دُوسرے سے) بتاؤ میری مُٹھی میں کیا ہے؟

دُوسرا: (کچھ سوچ کر) ریل گاڑی ہے۔

پہلا: تم نے دیکھ لیا ہے۔ ورنہ تم ہرگز نہ بتا سکتے۔

دُوسرا: میں نے تمھاری مُٹھی سے دُھواں نکلتا دیکھ لیا تھا۔ بس میں نے اِسی سے اندازہ لگا لیا۔

اُستاد: کل سب لوگ تیار ہو کر آئیں۔ صرف ایک سوال پُوچھا جائے گا۔ اس کے بعد چھٹی۔

(دُوسرے دِن)

اُستاد: (اسلم سے) اسلم، بتاؤ تمھارے سر پر کتنے بال ہیں؟

اسلم: جناب، چار کروڑ پچانوے لاکھ پچیس ہزار نو سو بیاسی۔

اُستاد (حیران ہو کر) تمھیں کس طرح معلوم ہُوا؟

اسلم: جناب آپ نے صرف ایک سوال پُوچھنے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ دُوسرا سوال ہے۔

حامد صاحب کے ایک پڑوسی ہر روز ان سے کچھ نہ کچھ مانگتے رہتے تھے۔ حامد صاحب بے چارے اِنکار نہ کر سکتے تھے۔ ایک روز تنگ آ کر انھوں نے ارادہ کر لیا کہ آیندہ انکار کر دوں گا اور ہرگز کوئی شے نہ دُوں گا۔ وہ بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک پڑوسی کی آواز سُنائی دی:

"حامد صاحب، حضور وہ ذرا بجلی کا پنکھا تو دے دیجیے۔ مہمان آ گئے ہیں۔"

"جی نہیں۔ پنکھا نہ دے سکوں گا۔ آج میں خود گھر پر رہوں گا۔" حامد صاحب نے صاف انکار کر دیا۔
"اچھا.... آپ گھر پر ہی ہیں..... تو پھر چلیے سائیکل ہی دے دیجیے۔ مہمانوں کے لیے سودا سلف لینے جانا ہے ذرا۔"

پولیس کے پاس ایک ملزم کے چھ مختلف فوٹو تھے۔ پولیس نے ملزم کی تلاش کے لیے اِن کی نقلیں تمام صوبے کے تمام تھانوں کو بھیج دیں تاکہ ملزم پکڑا جائے۔ کچھ دن کے بعد ایک تھانے سے اطلاع آئی کہ چھ ملزموں میں سے پانچ پکڑ لیے گئے ہیں۔ چھٹا بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس کو پکڑنے کے لیے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ چند روز تک وہ بھی گرفتار ہو جائے گا۔

وکیل: (جرح کرتے ہوئے) اچھا تو محترمہ صبح جب آپ کی آنکھ کھلی اور آپ نے دیکھا کہ میز کے سب دراز باہر نکلے پڑے ہیں، اٹیچی کیس کھلے ہوئے ہیں، الماریوں کے پٹ بند نہیں ہیں، چیزیں فرش پر بکھری پڑی ہیں تو کیا یہ سب کچھ دیکھ کر آپ کو خیال نہ

آیا کہ آپ کے گھر میں چوری ہو گئی ہے۔

خاتون: جی نہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میں سمجھی تھی کہ میرے شوہر ٹائی ڈھونڈتے رہے ہیں۔

ایک صاحب مسخرے سے: کیوں بھئی تمہارے سر کے

سارے بال سفید ہو گئے ہیں مگر داڑھی ابھی تک اسی طرح کالی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے

مسخرا: وجہ کیا ہوگی۔ داڑھی سر کے بالوں سے بیس سال چھوٹی ہے۔

نسیم: امّی جان! یہ بالکل غلط ہے کہ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔

امّی جان: کس طرح بیٹا؟
نسیم: امّی جان، ہمارا سکول جانے کا وقت تو ہر روز آ جاتا ہے۔

انسپکٹر: کیوں بھئی کیا تمھیں سکول پسند ہے؟
ایک لڑکا: جی ہاں پسند تو ہے مگر جب بند ہوتا ہے۔

ماں اور بیٹا بازار گئے۔ ماں ایک دکان میں کچھ سودا خریدنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلی تو دیکھا بیٹا سامنے بیٹھے ہوئے ایک کتّے کا منہ چڑا رہا ہے۔
"کتّے کا منہ کیوں چڑا رہے ہو؟" امّی جان نے ڈانٹ کر کہا۔
"امّی! اس نے پہلے میرا منہ چڑایا تھا۔"

بیٹا: امّی جان، آپ کہاں پیدا ہوئی تھیں؟
امّی جان: بیٹے کراچی میں۔
بیٹا: اور ابّا جان کہاں پیدا ہوئے تھے؟
امّی جان: وہ لاہور میں۔
بیٹا: میں کہاں پیدا ہوا تھا امّی جان؟

امّی جان: لائل پُور میں۔
بیٹا: تو پھر ہم سب اکٹھے کس طرح ہو گئے؟

باجی: ناصر، ثابت کرو کہ زمین گول ہے۔
ناصر: زمین واقعی گول ہے۔ یقین کیجیے۔ دیکھیے کتاب میں بھی لکھا ہے کہ زمین گول ہے۔ ماسٹر صاحب بھی کہتے ہیں کہ زمین گول ہے۔ ابّا جان بھی کہتے ہیں کہ زمین گول ہے۔ بھائی جان بھی کہتے ہیں کہ زمین گول ہے۔ کیا یہ سب لوگ جھُوٹ بولتے ہیں؟

ایک کنجُوس کا لڑکا سَو روپے کا نوٹ نِگل گیا۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح نوٹ نکل آئے مگر نہ نکلا۔ آخر بچّے کو لے کر بینک پُہنچا اور بولا: "میرے حساب میں اسے جمع کر لو۔ اس کے پیٹ میں سَو روپے ہیں۔"

بیٹا: امّی جان، اگر کسی سے کانچ کا وہ خُوب صُورت پھُول دان ٹوٹ جائے جو کارنس پر رکھا ہے تو آپ کیا کریں گی؟

امّی جان: مار مار کر ہڈّی پسلی ایک کر دوں گی۔
ببٹا۔ تو پیلیے۔ آبا جان سے وہ چھولدان گر کر ٹوٹ گیا ہے۔

"میں نے سُنا ہے کہ آپ کا لڑکا موٹر سائیکل چلانے کا ریکارڈ قائم کر رہا ہے"
"جی ہاں دس بارہ مرتبہ ہسپتال جا چکا ہے"

"ارے بھائی یہ اینٹ کیوں اُٹھائے پھرتے ہو"
"میں اپنا مکان فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اس کا نمونہ ہے"

ایک شخص (تانگے والے سے) بھئی سٹیشن تک جانے کا کیا کرایہ لوگے؟
تانگے والا: جی آٹھ آنے۔
وہی شخص: اور سامان کا کیا لوگے؟
تانگے والا: وہ مفت لے چلوں گا۔
وہی شخص: اچھا تو تم ہمارا سامان لے جاؤ۔ ہم پیدل آجائیں گے۔

بیوی: (خاوند سے) آج صبح جو آپ چھ انڈے مجھے
لائے تھے ان میں سے چار بطخ کے تھے
خاوند: تمھیں کس طرح معلوم ہوا؟
بیوی: اب میں ایسی بھی کم عقل نہیں ہوں۔ پانی
میں ڈالے تو بطخ کے انڈے تیرنے لگے اور مرغی
کے ڈوب گئے۔

ماں: بیٹا آج کا کام کبھی کل پر نہ چھوڑنا چاہیے۔
بیٹا: تو امی جان وہ لڈو مجھے آج ہی دے دیجیے
جو آپ نے کل کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔

مجسٹریٹ: اس بار تمھیں چھوڑ رہا ہوں مگر آئندہ
بُری صحبت سے بچنا۔
ملزم: جی بہت بہتر حضور۔ آئندہ آپ کے پاس کبھی
نہ آؤں گا۔

اُستاد: ناصر! اگر تم شمال کی طرف منہ کر کے کھڑے
ہو جاؤ تو تمھارے دائیں ہاتھ پر کیا ہوگا اور بائیں
پر کیا؟

ناصر: (سوچ کر) جناب اُنگلیاں ہوں گی۔

ایک شخص کی آواز بہت بھدّی تھی مگر وہ اپنے آپ کو بہت بڑا گوّیا سمجھتا تھا۔ ایک دن ترنگ میں آکر اُس نے گانا شروع کیا تو ایک کمہار دوڑتا ہُوا آیا اور بولا:

"میرا گدھا کہاں گیا؟"

"کونسا گدھا" اس آدمی نے جھلّا کر پُوچھا

"وہی جو ابھی ابھی یہاں رینگ رہا تھا۔ میں نے ابھی ابھی اس کی آواز سُنی تھی۔"

نعیمہ ضد کر رہی تھی۔ اس کی امّی نے اس کی توجّہ ہٹانے کے لیے کہا:

"بیٹی ذرا کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھنا۔ نیچے شور کیسا ہو رہا ہے؟"

نعیمہ اُٹھ کر گئی۔ کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ واپس آکر بولی "امّی وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔" پھر کچھ سوچ کر بولی: "امّی وہ کیا بات تھی جس کے لیے میں رو رہی تھی؟"

ایک شخص کہیں مہمان گیا اور اُسے وہاں رہتے ہوئے کئی دن ہو گئے۔ گھر والے بڑے پریشان ہوئے مگر وہ تو کسی طرح جانے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ ایک روز میزبان زِچ ہو کر بولا:
"آپ کے گھر والوں کو آپ کا سخت انتظار ہو گا"
وہ شخص بولا "جی ہاں! میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ میرا خیال ہے "تار دے کر انھیں بھی یہیں بلا لوں"

ایک شخص (سنار سے) میاں یہ جو میں نے منگنی کی انگوٹھی تم سے خریدی تھی نا، یہ واپس لے لو۔
سُنار: (حیران ہو کر) مگر کیوں؟ کیا انگوٹھی ان لوگوں کو پسند نہیں آئی؟
وہ شخص: انگوٹھی تو پسند آ گئی تھی، میں ہی پسند نہیں آیا۔

اُستاد: (شاگرد سے) اسلم، بتاؤ شہنائی کسے کہتے ہیں؟
اسلم: جناب شاہ کے نائی کو۔
اُستاد: فاضل، تم بتاؤ نیم مُردہ کسے کہتے ہیں؟
فاضل: جو نیم کی پتیاں کھا کر مُردہ ہو گیا ہو۔

استاد: اصغر تم بتاؤ چور کی پہچان کیا ہے؟
اصغر: ان کی داڑھی میں تنکا ہوتا ہے۔

سپاہی: (دیہاتی سے) تمہاری کھوئی ہوئی گائے کی پہچان کیا ہے؟
دیہاتی: جی، وہ دُم ہلاتی ہے۔

ایک دوست: بے وقوف لوگ بھی کبھی کبھی بڑی اچھی بات کہہ دیتے ہیں؟
دُوسرا دوست: بالکل درست۔ یہ آپ نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔

"کیا تمہاری گھڑی صحیح وقت بتاتی ہے؟"
"جی بتاتی نہیں۔ دیکھنا پڑتا ہے۔"

گاہک: کیوں بھئی آج دُودھ لانے میں دیر کیوں ہو گئی؟
گوالا: آج گھر کا نل خراب ہو گیا تھا۔ پانی دُور سے لانا پڑا۔

اُستاد: بتاؤ ندیاں کتنی قسم کی ہوتی ہیں؟
شاگرد: دو قسم کی۔
اُستاد: کون کون سی؟
شاگرد: ایک بڑی ایک چھوٹی۔

ماں: سلیم رو کیوں رہے ہو؟
سلیم: امی ماسٹر صاحب بیمار تھے اور وہ... وہ...
ماں: کیا ہُوا مر گئے بے چارے!
سلیم: جی کہاں مر گئے۔ تندرست ہو گئے ہیں۔

مالک نے اپنے نئے اور عقل کے پُورے ملازم سے کہا: "دیکھو میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ اگر میرے پیچھے کوئی آئے تو اس کا حکم ماننا اور بڑی خوش اخلاقی سے پیش آنا۔"

تھوڑی دیر بعد جب مالک واپس آیا تو اس نے پُوچھا: کوئی آیا تھا؟"

"جی ہاں۔ میں نے آپ کی ہدایت پر پُورا پُورا عمل کیا۔" نوکر نے جواب دیا۔" اس نے آتے ہی مجھ سے کہا: ہاتھ اُوپر اٹھا لو۔ میں نے ہاتھ اُٹھا لیے اور

وہ روپوں والا بکس اٹھا کر چلتا بنا۔"

کتاب فروش (لڑکے سے): میاں تم ہر روز آتے ہو، رسالے اُلٹ پُلٹ کر چلے جاتے ہو، کبھی لیتے تو ہو نہیں۔

لڑکا: واہ جناب، میں تو ہر روز دو تین رسالے اُٹھا کر لے جاتا ہوں۔ اب اگر آپ کو پتا نہ چلے تو میں کیا کروں؟

مریض: ڈاکٹر صاحب، مجھے بے حد خطرناک بیماری لگ گئی ہے۔

ڈاکٹر: کونسی بیماری؟

مریض: جی میں جب آنکھیں بند کرتا ہوں تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

ننھے میاں (اپنے دوست پپو سے) میں سوچتا ہوں کہ بڑا ہو کر دانتوں کا ڈاکٹر بنوں یا کانوں کا ڈاکٹر؟

پپو: (سوچ کر) میں بتاؤں۔ تم دانتوں کے ڈاکٹر بننا۔

ننھے میاں: کیوں؟

پپّو: ارے بھئی سیدھی سی بات ہے۔ دانت بتّیس ہوتے ہیں اور کان صرف دو۔

گاہک: (دکاندار سے) مجھے اعلیٰ قسم کی چینی چاہیے۔
دکاندار: ان بوریوں میں دیکھ لیجیے۔ بڑی اعلیٰ چینی ہے۔
گاہک: مگر ان پر تو نمک لکھا ہُوا ہے۔
دکاندار: (ہنس کر) حضور، یہ تو میں نے چیونٹیوں کو دھوکا دینے کے لیے لکھا ہے۔ ان میں چینی ہی ہے۔

اسد: ارے بھئی شمشاد، دُھوپ میں کیوں بیٹھے ہو؟
شمشاد: ذرا پسینہ سُکھا رہا ہوں۔

جج: (ملزم سے) میں تمھیں پانچ سال قید بامشقّت کی سزا دیتا ہوں۔ تمھیں شرم آنی چاہیے۔ پانچویں مرتبہ تم سزا پا رہے ہو۔
ملزم: حضور کچھ تو رعایت کیجیے۔ آپ کا پرانا گاہک ہوں

اُستاد: بتاؤ، امریکہ کہاں واقع ہے؟

شاگرد: جناب اٹلس کے صفحہ ۲۳ پر۔

ایک شخص (پولیس کے سپاہی سے) اگر اس نلکے پر نہانا منع ہے تو آپ نے مجھے اس وقت کیوں نہ روکا جب میں کپڑے اُتار رہا تھا؟
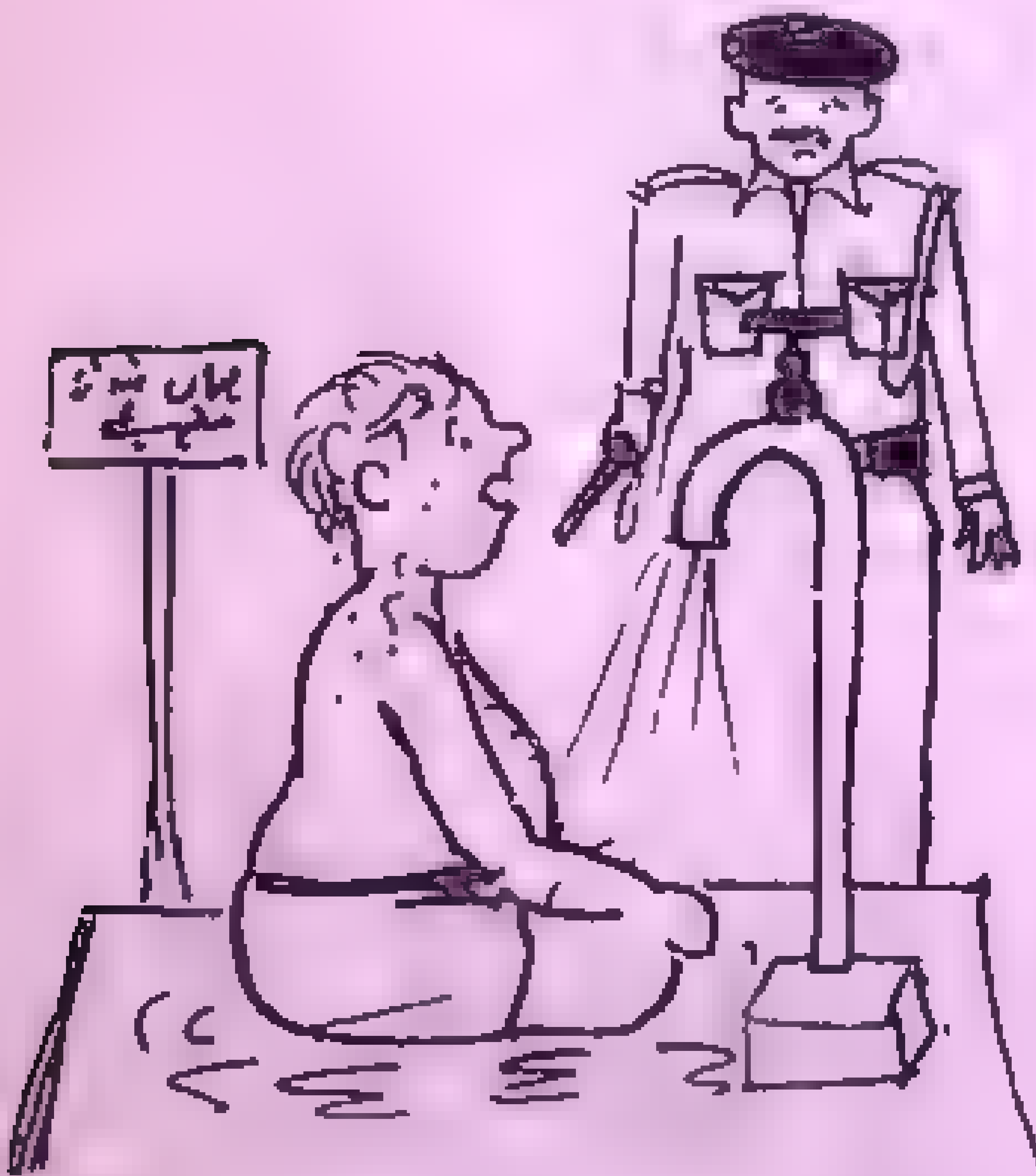
سپاہی: نہانا منع ہے، کپڑے اُتارنا نہیں۔

مریض: ڈاکٹر صاحب میں بے حد گھبرا رہا ہوں۔ یہ میرا پہلا آپریشن ہے۔

ڈاکٹر: کیا بتاؤں بھائی، میں خود گھبرا رہا ہوں۔ میرا بھی یہ پہلا آپریشن ہے۔

ڈاکٹر: کہو بھئی، اب تمھارے مالک کا کیا حال ہے؟
نوکر: جی کہتے تھے کہ پسینہ بالکل نہیں آتا۔
ڈاکٹر: کوئی بات نہیں۔ میں کل انھیں بل بھیج رہا ہوں۔

"میں کل بادشاہی مسجد کے مینار سے گر پڑا۔"
"بچ کس طرح گئے؟"
"معلوم نہیں، میری تو گرتے ہی آنکھ کھل گئی!"

ماں: ننھی ریڈیو بند کر دو۔ کوئی کتنی بُری اور بھدّی آواز میں چیخ رہا ہے۔ توبہ ہے۔
ننھی: امّی جان، یہ ریڈیو نہیں ہے۔ ابّا جان گا رہے ہیں۔

امتحان کے کمرے میں ماسٹر صاحب نے کہا:
"لڑکو، سوال تمھاری سمجھ میں آ رہے ہیں نا۔ اگر کوئی سوال نہ آ رہا ہو تو مجھ سے پوچھ لینا۔"
ایک لڑکا جلدی سے بولا: "ماسٹر جی، سوال تو سب سمجھ میں آ گئے جواب سمجھ میں نہیں آ رہے، وہ آپ بتا دیں تو مہربانی ہوگی۔"

ایک صاحب نے اپنے کسی دوست کو ٹیلی فون کیا۔
دوسری طرف سے جواب آیا: "ہیلو!"
"کیا آپ 222 سے بول رہے ہیں؟" انھوں نے پُوچھا۔
"معاف کیجیے آپ نے غلط نمبر ملا لیا۔ یہ 223 نمبر ہے۔" دُوسری جانب سے جواب مِلا۔
"اوہ۔ تو پھر بھائی ذرا سی تکلیف کیجیے اور اپنے برابر والے کو بُلا لیجیے۔" اُنھوں نے کہا۔

ٹھیکیدار: (مالک مکان کو نقشہ دِکھا کر) اس مکان پر پچاس ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ اور اگر اس کے اُوپر بھی بنوانا چاہیں تو اس پر پندرہ ہزار روپے الگ خرچ ہوں گے۔
مالک: تو آپ فی الحال اُوپر کا حِصّہ بنا دیں، نچلا رہنے دیں۔ پھر کبھی بنا لیں گے۔

گاہک: (ہوٹل کے مالک سے) یہ تولیہ بڑا گندا ہے۔ ہاتھ صاف کرنے کے قابل نہیں۔
مالک: عجیب بات ہے۔ صبح سے ۲۰ آدمی ہاتھ صاف

کر چکے ہیں اور کسی نے شکایت نہیں کی۔

ایک سکول کا معاینہ ہونے والا تھا۔ اُستانی نے سب لڑکیوں کو نہا دھو کر اور صاف سُتھرے کپڑے پہن کر آنے کے لیے کہا۔ دُوسرے روز جب اُستانی نے کلاس کا معاینہ شروع کیا تو اس نے باری باری سب بچوں کو ہاتھ اور ناخن وغیرہ دکھانے کے لیے کہا۔ ایک لڑکی کا ہاتھ بہت گندا تھا وہ ناراض ہو کر بولیں:

"کتنی گندی ہو تم۔ اتنا گندا ہاتھ تو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

لڑکی نے یہ سُن کر جھٹ دُوسرا ہاتھ آگے کر دیا۔ اُستانی نے دیکھا کہ دُوسرا ہاتھ پہلے سے بھی زیادہ گندا تھا۔

خریدار: اس بکری کی کیا قیمت ہے؟
مالک : ایک سو چالیس روپے۔
خریدار : اتنی قیمت؟
مالک : جناب کل تک تو اس کی قیمت چالیس روپے

ننھی۔ مگر کل شام ہی یہ سو روپے کا نوٹ نگل
گئی ہے۔

ماں (ریل کے ڈبّے میں) ننّھے آرام سے بیٹھو ورنہ تھپّڑ
مار دوں گی۔ ایک لمحے کو چین نہیں لینے دیتے۔
ننھا: آپ ماریں گی تو میں چیکر کو اپنی صحیح عمر بتا
دُوں گا اور آپ کو دُگنا کرایہ ادا کرنا پڑے گا۔

پہلا دوست: کچھ دن ہوئے آپ نے جو چھتری مجھ
سے لی تھی وہ واپس کر دیں تو مہربانی ہو گی۔
دُوسرا دوست: معاف کیجیے گا۔ وہ تو میرا ایک دوست
مانگ کر لے گیا۔ کیا آپ کو ابھی چاہیے۔
پہلا دوست: نہیں مجھے اپنے لیے نہیں چاہیے تھی۔
در اصل میں نے جس سے لی تھی اس کا ایک
دوست چھتری اصل مالک کو واپس کرنا چاہتا ہے۔

رحیم: تمھارے پڑوسیوں نے مکان کیوں خالی کر دیا فاضل؟
فاضل: آج کل میں گانا سیکھ رہا ہوں نا۔ کیسے بد ذوق
لوگ تھے وہ بھی۔

مالک : میری پنسل کہاں ہے؟
نوکر : حضور، آپ کے کان پر رکھی ہے۔
مالک : میں بہت مصروف آدمی ہوں۔ بتاؤ کونسے [illegible]
پر رکھی ہے۔

پوسٹ ماسٹر (دیہاتی سے) کہاں بھیجنا ہے خط میاں ؟
دیہاتی : حضور جہاں میری بیٹی رہتی ہے۔
پوسٹ ماسٹر : کہاں رہتی ہے تمھاری بیٹی ؟
دیہاتی : یہاں پر خط بھیج رہا ہوں۔

جج : کیا تم پہلی مرتبہ عدالت میں آئے ہو ؟
ملزم : جی ہاں۔ اس سے پہلے پولیس مجھے [illegible]
نہیں سکی۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں انگلستان [illegible]
ہُوا ؟"
"کیوں ؟"
"مجھے انگریزی نہیں آتی۔"

" اخبار میں کوئی دردناک خبر ہے۔ کیا؟ آپ رو کیوں رہے ہیں؟"

" نہیں اخبار میں تو ایسی کوئی خبر نہیں۔ میں تو ایک مضمون پڑھ رہا ہوں جس کا عنوان ہے: رونے کے فائدے!"

ماسٹر صاحب: سکندر 356 قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔
شاگرد: مگر ماسٹر صاحب، کتاب میں تو لکھا ہے کہ سکندر یونان میں پیدا ہوا تھا۔ کس بات کا یقین کریں۔

" حنیف نے جو لطیفہ سنایا تھا تم اس پر ہنسے کیوں نہیں۔ لطیفہ تو بڑا اچھا تھا۔"

" لطیفہ تو واقعی اچھا تھا مگر آج کل حنیف کے ساتھ میری بول چال بند ہے۔ میں گھر جا کر ہنس لوں گا۔"

نوکر: حضور، رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے دو ماہ کی تنخواہ پیشگی دے دی ہے۔

مالک: بہت خوب، اب میں تمھیں دو ماہ کی تنخواہ نہیں
دوں گا۔

پولیس کا سپاہی: میرے اشارہ کرنے اور بار بار سیٹی
بجانے پر بھی تم نے کار کھڑی نہیں کی؟
ڈرائیور: ڈیڑھ گھنٹے کی سرتوڑ کوششوں کے بعد تو میں
اسے سٹارٹ کرنے میں کامیاب ہُوا تھا۔ اب اسے
کھڑی کر کے اتنی ہی محنت دوبارہ کرنے کی ہمت
مجھ میں نہیں تھی۔

ابّا جان: طاہر بیٹے جاؤ ذرا مُنّے کو باہر ہوا کھلا لاؤ۔
طاہر: ابّا جان، مُنّے نے تو ابھی دُودھ پیا تھا۔ اس
کا پیٹ بھرا ہُوا ہے۔

نوکر: حضور، شریف خاں صاب نے سریفہ بانو کے لیے
ساہ جہان پُور سے سریفے بھیجے ہیں ساکر میاں
کے ہاتھ۔
مالک: ارے کم بخت! کبھی ش بھی بول دیا کر۔
نوکر: حضور، شاب نے سلام بھی بھیجا ہے

مہمان: بے بی، کیا یہ مسٹر سلیم کا مکان ہے؟
بے بی: نہیں تو۔
مہمان: مگر دروازے پر تو یہی لکھا ہُوا ہے۔
بے بی: یہ تو دروازے کا نام ہے۔

ایک شخص: کیا آپ پرانی اور نایاب چیزیں خریدتے ہیں؟
دکاندار: جی ہاں۔
وہی شخص: میرے پاس شاہ جہان کے زمانے کا ٹائپ رائٹر ہے۔ بتایئے اس کی کیا قیمت دیں گے؟
دکاندار: مگر شاہ جہان کے زمانے میں تو ٹائپ رائٹر تھے ہی نہیں۔
وہی شخص: اسی لیے تو وہ نایاب ہے۔

مریض: ڈاکٹر صاحب! کھانسی تو بند ہو گئی۔ البتہ سانس رُک رُک کر آ رہی ہے۔
ڈاکٹر صاحب: گھبراؤ نہیں، انشاء اللہ وہ بھی بند ہو جائے گی۔

ہوٹل کے مالک نے مسافر کو کمرہ دکھاتے ہُوئے

کہا: اس کمرے کا کرایہ دس روپے زیادہ ہے کیوں کہ اس کمرے میں سے آپ دُور دُور تک کا دلفریب نظارہ کر سکتے ہیں۔

مسافر نے جواب دیا: "پھر آپ دس روپے فوراً کم کر دیں۔ کیونکہ میری نظر کمزور ہے۔ نظارہ نہ کر سکوں گا۔

مریض: ڈاکٹر صاحب! کیا آپ میری کھانسی اور زکام کا علاج کر سکتے ہیں؟

ڈاکٹر: گھر جا کر خُوب ٹھنڈے پانی سے نہاؤ۔ دہی کی لسّی، برف کا پانی اور آئس کریم کھاؤ۔ سمجھے؟

مریض: تو کیا اس سے میری کھانسی ٹھیک ہو جائے گی؟

ڈاکٹر: یہ تو میں کہہ نہیں سکتا۔ ہاں اس طرح تمھیں نمونیا ہو جائے گا اور پھر نمونیے کا علاج میں کر لُوں گا۔ کیونکہ میں نمونیے کے علاج کا ماہر ہُوں۔

دو دوست ایک پنساری والے کی دکان پر گئے اور مفلر مانگا۔ دکاندار نے مفلر دکھایا۔ انھوں نے قیمت پُوچھی۔

"پچاس روپے" دکاندار نے جواب دیا۔

"لاحول ولا قوۃ" ایک دوست نے کہا۔" اتنی قیمت۔"

"اور اس سویٹر کی کیا قیمت ہے؟" دُوسرے دوست نے جواب دیا۔

"دو لاحول ولا قوتیں۔" دکاندار نے جواب دیا۔

ایک صاحب گھر بدل رہے تھے۔ وہ باہر سے ایک مزدور تلاش کر کے لائے۔ اُسے سامان دکھایا اور بولے۔" بتاؤ اس سامان کو لے جانے کی کیا مزدُوری لوگے؟"

مزدور نے سامان دیکھ کر کہا:" حضور بہت سی چیزیں ہیں۔ یہ دیکھیے نا میز ویز، کُرسی وُرسی، پلنگ ولنگ، برتن ورتن، بستر وِستر اور دُوسری چیزیں وغیرہ وغیرہ۔ پانچ روپے لُوں گا۔"

مالک بولا:" تم ڈھائی روپے لے لینا اور آدھا سامان لے جاؤ۔ میز لے چلو، ویز رہنے دو۔ کرسی اُٹھا لو، وُرسی پڑی رہنے دو۔ پلنگ لے جاؤ، ولنگ کی کوئی ضرورت نہیں۔ برتن اُٹھا لو، ورتن رہنے دو۔ بستر لے جاؤ، وستر کی ہمیں ضرورت نہیں اور بے شک وغیرہ

وغیرہ بھی رہنے دو۔"

اُستاد: میں خوبصورت ہوں، یہ کونسا صیغہ ہے۔
شاگرد: صیغہ ماضی ہے۔
اُستاد: کس طرح؟
شاگرد: اس لیے کہ اب آپ کی خوبصورتی کا زمانہ
گُزر چُکا ہے۔

مالک: یہ خط پوسٹ کرکے کیوں نہیں آئے؟
نوکر: حضور، لیٹر بکس میں تالا لگا ہُوا تھا، خط کس
طرح ڈالتا؟

دو دوست وعظ سُن کر واپس آ رہے تھے۔
ایک بولا: "وہ میرے ساتھ جو شخص بیٹھا تھا، بڑا بدتمیز
تھا۔ کمبخت آیا تو وعظ سُننے کے لیے تھا اور سارا
وقت سوتا اور خراٹے لیتا رہا۔ سوتا تھا تو آیا ہی
کیوں تھا بھلا؟"
دُوسرا: "ہاں واقعی بدتمیز تھا۔ اس قدر زور زور سے
خراٹے لے رہا تھا کہ تین چار بار اس کے

خراٹوں سے میری آنکھ بھی کھل گئی۔

ماں کو جھاڑو دیتے دیکھ کر بچّہ اپنے باپ سے پوچھنے لگا:
"ابّا جان، امّی ہمارے گھر میں کتنے سال سے ملازم ہیں؟"

پہلا دوست: اگر شاہی مسجد کے مینار پر میں پہلے پہنچ گیا تو اس پر ایک نشان بنا دوں گا۔
دُوسرا دوست: اور اگر میں پہلے پہنچ گیا تو تمھارے بنائے ہُوئے نشان کو مٹا دوں گا۔

"تم یہ کس طرح ثابت کر سکتے ہو کہ گھاس کھانے والے کی نگاہ تیز ہوتی ہے۔"
"آج تک میں نے کسی گھوڑے، گدھے، اُونٹ بیل کو عینک لگاتے ہُوئے نہیں دیکھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گھاس کھانے والوں کی نگاہ تیز ہوتی ہے۔

پہلا بے وقوف: دیکھو تمھاری ناک پر مکھی بیٹھی ہوئی ہے۔
دوسرا بے وقوف: کوئی بات نہیں۔ کسی دن موقع
مل گیا تو میں بھی اس کی ناک پر چڑھ بیٹھوں گا۔

پہلا دوست: میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں؟
دوسرا: (حیران ہو کر) ایک ہی تو منہ ہے آپ کا۔
اسی سے کر دیجیے۔

ماں نے دیکھا کہ بیٹا بلب زور زور سے اپنے
سر پر رگڑ رہا ہے۔
"کیا کر رہے ہو بیٹے؟" ماں نے حیران ہو کر پوچھا۔
"دماغ روشن کر رہا ہوں امّی جان"

ایک صاحب تھرڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔
اتفاق سے ایک گنجے سے ان کی ٹکر ہو گئی۔ گنجے نے
بگڑ کر کہا "دیکھو بھائی، سر پر کیوں چڑھے آتے ہو؟"
"اجی آپ کے سر پر چڑھ کر مجھے پھسلنا ہے
کیا؟" انھوں نے جواب دیا۔

ایک آدمی نے پوچھا: "ریل میں سفر کرتے وقت
کس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنی چاہیے؟"
"جس طرف تمھارا سامان رکھا ہُوا ہو۔" دُوسرے نے
جواب دیا۔

ایک صاحب کا تکیہ کلام تھا "آپ کے مُنہ میں"
ایک دن ان کی ملاقات ایک دوست سے ہُوئی۔ دوست
نے حال چال پُوچھا تو بولے:
"بہت بُرا حال ہے آپ کے مُنہ میں۔ کل رات
کو وہ درد ہُوا آپ کے مُنہ میں کہ بس میں بھاگا بھاگا
حکیم صاحب کی طرف گیا آپ کے مُنہ میں۔ اُس کمبخت
نے جلاب کی گولی دے دی آپ کے مُنہ میں۔ اور
صاحب ساری رات مجھے دست آتے رہے آپ کے
مُنہ میں!"

ایک افیمی: جب میں چھوٹا سا تھا تو اپنے مکان کی
پانچویں منزل سے گر پڑا۔
دُوسرا: تو پھر کیا تم زندہ بچ گئے؟
پہلا: یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔

ریل گاڑی
۔ تو ایک
ں تیزی
بھاگتا ہوا
اور چلتی
ڑی پر چڑھنے
شش
نے لگا ۔
! نے لپک

۔ اُسے پکڑ لیا اور کہا: "کیوں اپنی جان کے دشمن
ہو۔ چلتی گاڑی میں مت چڑھو۔ گر جاؤ گے۔"
اتنے میں گارڈ کا آخری ڈبا آ گیا۔ گارڈ لپک کر
ھنے لگا تو اس آدمی نے اس کو پکڑ کر کھینچ لیا
بولا: "واہ حضرت یہ خوب رہی۔ دوسروں کو جس
سے منع کرتے ہو، وہی خود کرتے ہو۔"

ریل گاڑی چل پڑی تھی۔ دو سکھ بڑی تیزی سے
گتے ہوئے آ رہے تھے اور لوگ کھڑکیوں سے سر
لے ان کی دوڑ کا منظر دیکھ رہے تھے۔ ایک سردار

صاحب نے ہمت کی اور دوڑ لگا کر آخر ایک ڈبے کا ہینڈل پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔

لوگوں نے تعریف کرتے ہوئے کہا "واہ سردار جی واہ، کمال کر دیا آپ نے۔ اتنی تیز گاڑی میں چڑھنا بس آپ ہی کا کام تھا۔ بڑی ہمت ہے آپ کی۔ کہاں جانا ہے آپ کو؟"

سردار صاحب گھبرا کر بولے: "مارے گئے۔ جانے والا تو نیچے ہی رہ گیا۔ میں تو اسے چڑھانے کے لیے آیا تھا۔"

قاسم: ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں شیر کے بالکل سامنے جا کھڑا ہوا۔

ناصر: (حیران ہو کر) اچھا؟ مگر اس نے تم پر حملہ کیوں نہ کیا؟

قاسم: ارے بھئی حملہ کس طرح کرتا۔ وہ تو پنجرے میں بند تھا۔

ابا جان: سلیم تمھارے دادا جان کا خط آیا ہے۔ ان کو جواب نہیں دو گے؟

سلیم: آپ ہی نے تو کہا تھا کہ بڑوں کو جواب
نہیں دیا کرتے۔

ڈاکٹر (نوکر سے) جلدی سے کسی ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔
میرے چوٹ لگ گئی ہے۔
نوکر: مگر آپ تو خود ڈاکٹر ہیں جناب۔
ڈاکٹر: میری فیس بہت زیادہ ہے۔ مجھے نہ بلانا۔

"محمد غوری کے ساتھ غوری کیوں لکھا جاتا ہے؟"
"وہ ہر بات پر خوب اچھی طرح غور کیا کرتا تھا؟"

"جج نے ایک چھوٹی سی غلطی پر مجھے چھ ماہ
قید کی سزا دے دی"
"وہ کیا غلطی تھی؟"
"بٹوہ نکالنے کے لیے میں نے جیب میں ہاتھ
ڈالا تو وہ بجائے میری جیب میں جانے کے کسی
دوسرے کی جیب میں چلا گیا۔"

"تمہاری مادری زبان کیا ہے؟"

"میری مادری زبان کوئی بھی نہیں۔"
"یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"
"میری والدہ گونگی ہیں۔"

فقیر: ایک آنے کا سوال ہے بابوجی۔ میں لنگڑا ہوں
بابو: شکر کرو تم لنگڑے ہو اندھے نہیں۔
فقیر: بابوجی، پہلے تو میں اندھا ہی تھا۔ مگر لوگ کھوٹے سکّے دینے لگے۔ چنانچہ مجبوراً مجھے لنگڑا بننا پڑا۔

ایک صاحب کا جوتا چھوٹا تھا۔ انھیں چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا: "کیوں بھئی، یہ تنگ جوتا کہاں سے لیا آپ نے؟"
وہ جلے بھنے تو تھے ہی، بولے: "درخت سے توڑا ہے۔"
دوسرا بولا: "بڑی جلدی کی آپ نے۔ چند مہینے ٹھہر کر توڑتے تو آپ کے ناپ کا ہو جاتا۔"

رشید: ارے جمشید، تم مچھر دانی کے باہر کیوں سو رہے

ہو؟"

جمشید: مچھروں کو دھوکا دینے کے لیے۔ وہ سمجھیں گے میں مچھر دانی کے اندر ہوں۔

ایک مزدور کام کرتے کرتے گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ ڈاکٹر نے آ کر دیکھا اور کہہ دیا کہ یہ مر گیا ہے۔ لوگ اُسے چارپائی پر ڈال کر قبرستان کی طرف لے چلے۔ اتنے میں اسے ہوش آ گیا۔ وہ تڑپ کر اُٹھا اور چلّا کر بولا: "ارے میں تو زندہ ہوں۔ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"چُپ رہو۔ تم ڈاکٹر سے زیادہ عقلمند نہیں ہو۔" لوگوں نے کہا۔

اخبار کے مالک نے ایڈیٹر کی آسامی پر اِنٹرویو دینے والے اُمیدوار سے پُوچھا: "کیا تمہیں یقین ہے کہ تم میرا اخبار کامیابی سے چلا لو گے؟"

"ابھی میں چار سال کامیابی سے تانگہ چلا چُکا ہُوں۔ اخبار چلانا میرے لیے کونسی بڑی بات ہے؟

ایک دیہاتی گدھے پر اناج لاد کر شہر کی طرف ا
رہا تھا۔ شہر میں پہنچا تو گدھا ایک جگہ اَڑ گیا اور
آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ دیہاتی پہلے تو اسے کھینچتا
رہا۔ پھر دھکّے دیے مگر جب گدھا بالکل ٹس سے مس
نہ ہُوا تو ڈنڈے برسانے لگا۔ اتنے میں اس کے
چاروں طرف لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ لوگ اسے
مارنے سے منع کرنے لگے۔ "کتنے بے رحم انسان ہو۔
کس بے دردی سے بے چارے کو مار رہے ہو"
دیہاتی پہلے تو سُنتا رہا پھر ڈنڈا پھینک کر گدھے
کے سامنے آیا اور چار مرتبہ جُھک کر فرشی سلام کیا اور
بولا: "حضور، مجھے معاف فرمادیں، مجھے معلوم نہیں تھا
کہ یہاں آپ کے اتنے رشتہ دار رہتے ہیں۔"

ایک شخص چھتری۔والے کی دُکان پر گیا اور ایک
اچھی سی چھتری دکھانے کو کہا۔
دکان دار نے اُسے بہت سی چھتریاں دکھائیں۔
جن میں اس نے ایک پسند کر لی اور بولا: "یہ کچھ
چلے گی بھی؟"
دکان دار بولا: "اجی حضور یہ سو سال تک چلے گی۔

بشرطیکہ آپ احتیاط سے رکھیں اور اسے دُھوپ اور
پانی سے بچائیں

ایک قوّال بار بار یہ مصرع دُہرا رہا تھا:

ع میں مکّے مدینے آؤں

میں مکّے مدینے آؤں ... آؤں ... جاؤں ... آؤں
.... جاؤں ... جاؤں .... آؤں ....

اس کی آؤں جاؤں بڑھتی ہی گئی تو ایک میراثی
سے ضبط نہ ہو سکا۔ وہ زور سے بولا: "ارے اِتنے
پھیروں کے لیے کرایہ کہاں سے لائے گا؟"

چرواہا: میرے لڑکے نے بھیڑیں گننے کی بڑی آسان
ترکیب نکالی ہے۔

دوست: وہ کیا؟

چرواہا: وہ پہلے تمام بھیڑوں کی ٹانگیں گن لیتا ہے۔
اور پھر ان کو چار پر تقسیم کر دیتا ہے۔

پولیس افسر: (سپاہی سے) تم نے چور کو پکڑا کیوں
نہیں تھا؟

سپاہی: حضور، وہ ایک ایسے مکان میں گھس گیا تھا
جس کے دروازے پر لکھا تھا:
بغیر اجازت اندر آنا منع ہے۔

امجد: وہ کتاب کہاں گئی جسے ابّا جان بڑی خشک
کتاب کہہ رہے تھے؟
ننّھی: بھیّا، میں نے اُسے تر کرنے کے لیے پانی میں
ڈال دیا ہے۔

مریض: ڈاکٹر صاحب! میں غریب آدمی ہُوں۔ مجھ سے
فیس نہ لیجیے۔ آج آپ میرا کام مفت کر دیجیے۔
کل ضرورت پڑنے پر میں آپ کا کام مُفت کر دُوں گا۔
ڈاکٹر: آپ کیا کام کرتے ہیں؟
مریض: جی، میں قبریں کھودتا ہوں۔

ہسپتال کے ڈاکٹر نے مریض سے کہا "میرا خیال ہے
کہ اب مجھے آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دینا
چاہیے۔ آپ بہت بیمار ہیں اور آپ کا تن درست ہونا
مُحال ہے۔ اگر آپ کسی سے مِلنا چاہتے ہوں تو بتا دیں"

مریض نے کمزور آواز میں کہا: "ہاں، میں ملنا چاہتا ہوں۔
"کس سے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔
"کسی اَور قابل اور سمجھدار ڈاکٹر سے۔" مریض نے جواب دیا۔

اُستاد (شاگرد سے) تم نہر بڑی ح سے لکھوگے یا چھوٹی ہ سے؟
شاگرد: جناب، جیسی نہر ہوگی۔ اگر بڑی ہوگی تو بڑی ح سے اور چھوٹی ہوگی تو چھوٹی ہ سے۔

روشن: میری یادداشت اچھی نہیں ہے اس لیے میں آج ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔
رحیم: پھر ڈاکٹر نے کیا کہا؟
روشن: اُس نے سب سے پہلے اپنی فیس مانگ لی۔

جہاز ڈُوبنے کے بعد تین مسافر تیر کر ایک ویران جزیرے میں پہنچے۔ مُدّت تک اس طرف کسی جہاز کا گزر نہ ہُوا۔ ایک دن اُنھیں ایک جہاز دکھائی دیا تو اُنھوں نے

جہازیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ جہاز تھوڑی دیر کے لیے رُکا اور سیٹی بجا کر آگے بڑھ گیا۔

چند دنوں کے بعد پھر ایک جہاز نظر آیا اور وہ اس جزیرے کے پاس آکر رُک گیا۔ اس میں سے دو ملاح کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں آئے۔ ان میں سے ایک نے بڑا سا بنڈل مُصیبت زدوں کے حوالے کیا اور کہا:

"یہ اخبارات ہیں۔ ہمارے کپتان کہتے ہیں کہ انھیں پڑھ کر دُنیا کے حالات کا اندازہ کرو اور بتاؤ کہ کیا تم واقعی واپس جانا چاہتے ہو؟"

ایک موٹی تازی امیر عورت کے گھر اُس کی پڑوسن آئی تو اس نے دیکھا کہ عورت مُرغ کی ٹانگ چبا رہی ہے اور میز پر بہت سے مُرغن کھانے چُنے ہوئے ہیں۔ پڑوسن نے پُوچھا: "بہن، میں نے تو سُنا تھا کہ ڈاکٹر نے تمھیں پرہیزی کھانا کھانا بتایا ہے؟"

عورت بولی: "وہ تو میں کھا چکی ہوں۔ اب دوپہر کا کھانا کھا رہی ہُوں۔"

ماں نے بیٹے کو اخبار سے خبریں سُناتے ہُوئے کہا:

"بھینس نے ایک سکول ماسٹر پر حملہ کر دیا۔"
مُنّا کہنے لگا: "مگر امّی! اُسے یہ کیسے پتا چلا کہ وہ سکول ماسٹر ہے؟"

مُسافر (قلی سے) مجھے ایسے ڈبے میں بٹھانا جہاں پر کوئی بات کرنے والا نہ ہو۔
قلی: بہت اچھا جناب، میں آپ کو جانوروں کے ڈبے میں بٹھا دُوں گا۔

ایک صاحب رنجیدہ بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی دوست آیا اور غم کی وجہ پُوچھی۔ اُنھوں نے جواب دیا: "میرے لڑکے کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔" یہ کہتے ہی وہ پُھوٹ پُھوٹ کر رونے لگے۔
دیہاتی دوست بولا: "ارے بھائی! اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ خُدا نے چاہا تو اگلے سال پاس ہو جائے گا۔"

مزدور (کارخانے کے مالک سے) حضور، میری تنخواہ میں اضافہ ہونا چاہیے کیونکہ اب میری شادی ہو گئی ہے۔

مالک: دیکھو، کارخانے سے باہر ہونے والے حادثوں کے ہم ذمّہ دار نہیں۔

ماسٹر (شاگرد سے)۔ حامد، تمھارے ابّا جان نے کل جو آٹھ سیب بھیجے تھے، میں اُن کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کل ان سے ملوں گا۔

حامد: لیکن جناب، شکریہ بارہ سیبوں کا ادا کیجیے گا۔

بجلی کا مستری اور قلی کنکشن ٹھیک کرنے آئے۔ مستری نے قُلی سے کہا: "ان تاروں میں سے ایک تار کو ہاتھ لگاؤ۔ قُلی نے ایک تار پکڑ لیا۔

مستری: اس میں بجلی ہے؟

قلی: جی نہیں۔

مستری: خبردار! دوسرے کو ہاتھ مت لگانا، ورنہ مر جاؤ گے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دونوں میں سے کون سا تار خطرناک ہے؟

ایک بہت موٹا آدمی اسٹیشن پر اپنا وزن تلوانے گیا اور بڑی مشکل سے کانٹے پر کھڑا ہُوا۔ اتفاق سے کانٹے

کی کوئی کل بگڑی ہوئی تھی۔ اس میں بالکل جُنبش نہ ہوتی۔ دو بچّے کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک بولا: "ارے یہ آدمی اندر سے کھوکھلا ہے۔ اس میں ذرا بھی بوجھ نہیں۔"

ایک شخص نے اپنے نوکر سے کہا: "جاؤ بازار سے دسترخوان لے آؤ۔"
نوکر بازار گیا اور تھوڑی دیر بعد آ کر بولا: "صاحب! دس ترکھان (بڑھئی) تو ملے نہیں، نو ملے ہیں۔ انھیں ہی لے آیا ہوں۔"

ڈرائیور: حضور، پٹرول ختم ہو گیا ہے۔ گاڑی آگے نہیں جا سکتی۔
مالک: آگے نہیں جا سکتی تو پیچھے لے چلو۔

ایک فقیر نے کسی سیٹھ کے دروازے پر صدا لگائی۔ نوکر نے اُسے دھتکار دیا۔ سیٹھ نے اس کی ڈانٹ ڈپٹ سُن لی اور وہ بگڑ کر بولا "تم سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ بھکاریوں کو جھڑکا نہیں کرتے۔ جاؤ اُسے بُلا کر لاؤ۔"

فقیر بہت دُور نکل گیا تھا۔ نوکر بھاگتا ہُوا گیا اور بڑی مشکل سے اُسے واپس لایا۔ سیٹھ نے کہا: "بابا میرا نوکر بہت نالائق ہے۔ یہ تم سے بدتمیزی سے پیش آیا۔ میں تم سے ادب سے کہتا ہوں کہ جاؤ، مُعاف کرو۔"

ڈاکٹر: لو یہ دوا۔ دن میں تین بار آنکھوں میں ڈالنا۔
مریض: کھانا کھانے سے پہلے ڈالوں یا کھانا کھانے کے بعد؟

تھکا ماندہ ڈاکٹر ابھی آ کر بستر پر لیٹا ہی تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹ کھٹایا۔ ڈاکٹر نے پوچھا: "کون ہے؟" آواز آئی "جلدی دروازہ کھولیے۔ مجھے کُتّے نے کاٹ کھایا ہے۔"

ڈاکٹر نے جل کر کہا "تم لوگ رات کو بھی آرام نہیں کرنے دیتے۔ تمھیں معلوم نہیں کہ میری ملاقات کا وقت ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک ہے۔"

مریض بولا: "مجھے تو معلوم ہے ڈاکٹر صاحب! لیکن شاید کُتّے کو معلوم نہیں تھا۔"

فقیر: (راہ گیر سے) بابا! خدا کی راہ میں ایک دونّی دو۔
راہ گیر: دونّی تو نہیں دوں گا۔ اگر بھوک لگی ہو تو کھانا کھلا سکتا ہوں۔
فقیر: لعنت بھیجیے کھانے پر۔ ایک دونّی کی خاطر صبح سے اب تک تین بار کھانا کھا چکا ہوں۔

ایک دیہاتی چڑیا گھر میں ایک طوطے کے پنجرے کے پاس کھڑا اسے چھیڑ رہا تھا۔ طوطا باتیں کرنی جانتا تھا۔ اس نے چلّا کر کہا: "ابے، کیا کرتا ہے نالائق؟"
دیہاتی گھبرا کر بولا: "معاف کرنا حضور، میں سمجھا تھا آپ جانور ہیں۔"

ایک دن ایک پروفیسر صاحب گھر سے نکل کر تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ انھیں کوئی چیز یاد آ گئی۔ وہ جلدی سے واپس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔
اندر سے بیوی نے کہا: "کون ہے؟"
پروفیسر صاحب نے جواب دیا: "پروفیسر صاحب۔"
بیوی نے کہا: "وہ گھر پر نہیں ہیں۔"
پروفیسر صاحب نے "اچھا" کہا اور واپس چلے گئے۔

تھانے میں فون آیا: "تھانے دار صاحب جلدی آئیے۔ کوئی شخص میری کار میں سے سٹیئرنگ، بریک، ہارن، سب کچھ نکال کر لے گیا ہے۔"

تھانے دار صاحب ابھی تیار بھی نہ ہوئے تھے کہ پھر فون کی گھنٹی بجی۔ وہی صاحب بول رہے تھے: "رہنے دیجیے صاحب۔ میں دراصل کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔"

ایک لڑکا بھاگا بھاگا ایک سپاہی کے پاس پہنچا اور بولا: "سنتری جی، جلدی کیجیے۔ ایک آدمی میرے والد صاحب کو مار رہا ہے۔"

سپاہی نے جا کر ان دونوں کو چھڑایا تو معلوم ہوا کہ دونوں دیر سے لڑ رہے تھے۔ سپاہی نے لڑکے سے پوچھا: "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے میرے والد صاحب اس آدمی کو مار رہے تھے۔" لڑکے نے جواب دیا۔

مریض کا آپریشن کرنے کے بعد اُسے وارڈ میں پہنچا دیا گیا اور وہ دوسرے مریضوں سے باتیں کرنے لگا۔

ایک مریض بولا: "اجی ان ڈاکٹروں کو خدا جانے کیا ہو گیا ہے۔ ایک مرتبہ یہاں ایک صاحب کی ٹانگ کا اپریشن ہوا تو ڈاکٹر نے ایک قینچی ہی ٹانگ میں چھوڑ دی۔ چنانچہ دوبارہ اپریشن کر کے اسے نکالنا پڑا۔"

ایک اور مریض نے کہا: "آپ قینچی کی بات کرتے ہیں۔ کچھ دن ہوئے ایک ڈاکٹر نے مریض کے پیٹ کا اپریشن کیا تو اپنی عینک اور ایک چاقو ہی اس کے پیٹ میں سی ڈالا۔ اس کا دوبارہ اپریشن کر کے وہ چیزیں نکالی گئیں۔"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ڈاکٹر صاحب ہانپتے کانپتے کمرے میں داخل ہوئے اور گھبرا کر پوچھا: "کسی نے میرا ہیٹ دیکھا ہے؟" نیا مریض یہ سنتے ہی بے ہوش ہو گیا کہ ضرور ڈاکٹر کا ہیٹ اس کے پیٹ میں رہ گیا ہے۔

اُستاد نے ایک بدخط بچے کی کاپی پر اصلاح کرتے ہوئے یہ لکھ دیا۔

"برخوردار، صاف صاف لکھا کرو۔"

دُوسرے روز شاگرد آیا: "ماسٹر جی، آپ نے میری

کاپی پر کیا لکھ دیا ہے۔ پڑھا ہی نہیں جاتا۔"

ایک صاحب: آیئے آیئے تشریف لایئے۔
دُوسرے صاحب: مگر۔۔ یہ کُتّا کاٹتا تو نہیں؟
وہی صاحب: یہی تو میں آزمانا چاہتا ہوں۔ یہ کُتّا میں نے آج ہی خریدا ہے۔

جج: بڑے شرم کی بات ہے تم نے ایک ہفتے کے دَوران سات چوریاں کیں۔
مُلزم: جی اس میں شرم کی کونسی بات ہے۔ ہفتے میں سات ہی تو دن ہوتے ہیں۔ آٹھ ہوتے تو آٹھ چوریاں کر کے دِکھا دیتا۔

جج: مگر تم نے اس شخص کی جیب کیوں کاٹی؟
ملزم: میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میں یہ کام کر بھی سکوں گا یا نہیں؟

شاہ ایڈورڈ کی ولی عہدی کا زمانہ تھا۔ اُنھوں نے اپنی والدہ ملکہ وکٹوریہ کو ایک خط لکھا جس میں ان

سے پانچ پونڈ مانگے تھے۔ ملکہ نے روپے بھیجنے کی بجائے اُنھیں لمبا چوڑا خط لکھ دیا۔ جس میں فضول خرچی اور کفایت شعاری پر لمبا چوڑا لیکچر دیا تھا۔

ایک ہفتے کے بعد ولی عہد نے ماں کو شکریے کا خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ اب مجھے پانچ پونڈ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے آپ کا خط بیس پونڈ میں فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کر لی ہے۔

مشہور شاعر ناسخ ایک دن گھر میں ایک خوبصورت سی چٹائی پر بیٹھے تھے۔ ایک دوست ملنے کے لیے آئے تو جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے اُنھوں نے چٹائی میں سے تنکا نکال کر اُسے توڑنا شروع کر دیا۔ ناسخ نے یہ دیکھا تو نوکر کو آواز دے کر بُلایا۔ اور جھاڑو منگوا کر ان صاحب کے سامنے رکھ دی اور بولے: لیجیے جی کھول کر اپنا شوق پُورا کیجیے مگر اس چٹائی پر رحم ہی کیجیے تو بہتر ہے۔

مالک اور نوکر کرکٹ کھیل رہے تھے۔ نوکر مالک کو بُری طرح ہرا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے مالک نے نوکر

کو آؤٹ کر کے خود کھیلنا شروع کیا۔ نوکر نے بولنگ شروع کی۔ مالک نے ایک بار جو زور سے ہٹ لگائی تو گیند سیدھا باورچی خانے میں گیا۔ نوکر گیند لانے کے لیے بھاگا۔ اندر بیگم صاحبہ سے سامنا ہو گیا۔ اُنھوں نے ڈانٹ کر کہا: "ارے کم بخت، تو صاحب کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ گھر کا سودا کون لائے گا۔ جا جلدی سے مجھے گوشت اور سبزی لا دے۔"

نوکر بولا: "مگر بیگم صاحب یہ گیند تو دے آؤں۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔ وہ پھر تو تجھے اپنے ساتھ لگا لیں گے۔ رہنے دے گیند کو اور پہلے سودا لے آ جا کے۔"

نوکر بچارا سودا لینے کے لیے چلا گیا۔ آدھ پون گھنٹے کے بعد آیا۔ سودا دے کر اور گیند اُٹھا کر جب لان میں پہنچا تو دیکھا صاحب ہانپ رہے ہیں اور رنز بنا رہے ہیں۔ "پانچ سو ایک ..... پانچ سو دو . . . پانچ سو تین .... پانچ سو چار . . .

بھکاری: (ایک گھر کے سامنے) خُدا کے واسطے ایک روٹی دیجیے۔ بُھوکا ہوں۔

آواز: معاف کرو بابا روٹی نہیں ہے۔

بھکاری: اللہ کی راہ میں کوئی کپڑا ہی دے دیجیے۔
آواز: معاف کرو میاں۔ کوئی کپڑا نہیں ہے اس وقت۔
بھکاری: اللہ کے نام پر دو آنے ہی دے دو۔
آواز: کیوں تنگ کر رہے ہو بابا۔ جاؤ ایک بار کہہ دیا معاف کرو۔ کوئی پیسا نہیں ہے۔
فقیر: تو پھر تم اندر بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ اگر گھر میں کچھ نہیں ہے تو آؤ میرے ساتھ۔ دونوں مانگنے چلیں۔

"آپ نے بھینگے آدمی کو دکان میں ملازم کیوں رکھا ہے؟"

"اس طرح چوری کا امکان کم ہو گیا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"
"گاہک کو پتا نہیں چلتا کہ وہ کس طرف دیکھ رہا ہے۔"

میرے دو دوست پانچویں منزل سے نیچے گر پڑے مگر انھوں نے اُف تک نہ کی۔
"یہ کس طرح ممکن ہے!"
"اس طرح کہ بچارے دونوں گرتے ہی مر گئے۔ اُف کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔"

"میری رگوں میں ایرانی خون دوڑ رہا ہے۔"
"ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔"
"بلڈ بنک کی طرف سے۔"

"ایک آدمی کیلے کے چھلکے سے پھسل کر بُری طرح گر پڑا۔ سبھی لوگ ہنسنے لگے۔ سوائے میرے۔"
"وہ آدمی کون تھا؟"
"وہ میں ہی تھا۔"

"امجد! بھئی تم تو بس بچے بن گئے ہو۔ تمہاری جگہ میں ہوتا تو اس طرح ہرگز نہ روتا۔"

"تم جس طرح چاہے رو لینا۔ مجھے تو یہی طریقہ پسند ہے۔"

دندان ساز: اجی حضور، زیادہ منہ نہ کھولیے۔ میں باہر کھڑے ہو کر ہی دانتوں کا معائنہ کر لوں گا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ روٹی کو ملتان میں کیا کہتے ہیں؟"

"نہیں۔ کیا کہتے ہیں؟"

"روٹی....."

"مرغی کے متعلق ایک بات بڑی عجیب اور مزیدار ہے۔"

"کیا بھلا؟"

"وہ یہ کہ تم اسے پیدا ہونے سے پہلے بھی کھا سکتے ہو؟"

رشید: ٹھیک ہے بھئی، تمھارا طوطا بڑا اچھا ہوگا مگر
میری بلّی کا تو جواب ہی نہیں۔ وہ تو اپنا نام بھی
بتا سکتی ہے۔
انور: کیا نام بتاتی ہے؟
رشید: میاؤں۔

ایک بار ایک انسپکٹر صاحب کسی سکول کا معاینہ
کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے دیوار
پر لٹکے ہُوئے چارٹ کی طرف اشارہ کرکے بچّوں سے
پُوچھنا شروع کیا:
"یہ حرف کونسا ہے؟"
"ج" لڑکے نے جواب دیا۔
"اور یہ؟ انسپکٹر صاحب نے سوال کیا۔
"ک" لڑکے نے کہا۔
"اور یہ حرف بھلا کون سا ہے؟ انسپکٹر صاحب
نے "سین" کی طرف اشارہ کرکے پُوچھا۔
"یہ سین ہے" لڑکے نے جواب دیا۔
"اور یہ حرف؟" انھوں نے پھر پُوچھا۔
"تو کیا واقعی آپ کو الف بے بھی نہیں آتی؟" ایک

بچّے نے حیران ہو کر پُوچھا۔

شوہر: میں نہانے کے لیے غسل خانے میں جا رہا ہوں بیگم۔
بیگم: ضرور جائیے۔ مگر آج لمبے بجے گانے نہ گایئے صابن بہت تھوڑا سا ہے۔

ایک دوست: اور پھر کیا بتاؤں جناب۔ جونہی میں ان جھاڑیوں میں سے نکل کر ذرا آگے بڑھا دیکھتا ہوں ایک درخت کی اوٹ سے وہی آدم خور شیر نکل کر میرے سامنے آگیا۔ اب ذرا اس نازک وقت کا اندازہ لگایئے۔ شیر قدم بقدم چلتا ہوا میرے قریب، اور قریب آتا گیا۔ اتنا قریب کہ اس کی سانس میں اپنی گردن پر محسوس کرنے لگا اور شیر ... پھر بھلا میں نے کیا کیا؟
دُوسرا دوست۔ تم نے کالر اُونچا کر لیا ہوگا۔

"آپ پیدا کہاں ہوئے تھے؟"
"میں افغانستان میں پیدا ہُوا تھا"

"مگر کونسا حصّہ؟"

"میں سارا وہیں پیدا ہُوا تھا۔"

ایک پاگل اپنے سامنے دیگچی میں پانی بھر کر اس میں مچھلی پکڑنے کا کانٹا لگائے بیٹھا تھا۔

اتفاق سے پاگل خانے کے وارڈن کا ادھر سے گزر ہُوا۔ اس نے پاگل کو جو اس حال میں دیکھا تو پوچھا

"کیا کر رہے ہو بھئی۔"

"مچھلیاں پکڑ رہا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"خُوب! مگر کتنی پکڑی ہیں صُبح سے؟" اس نے مُسکرا کر پُوچھا۔

"دیوانے ہُوئے ہو کیا؟" پاگل نے حیران ہو کر کہا۔ "کہیں دیگچیوں میں بھی مچھلیاں ہوتی ہیں؟"

ایک پروفیسر صاحب بڑے غائب دماغ تھے۔ ایک روز دوستوں نے دیکھا کہ وہ دو مختلف رنگوں کی جُرابیں پہنے ہُوئے ہیں۔ ایک جراب کالی تھی اور دُوسری سفید۔ ایک دوست نے ان کی توجہ اس بات کی طرف دِلاتے

ہُو نے کہا:

"حضرت کیا بات ہے۔ دو رنگوں کی جُرابیں پہنے پھر رہے ہیں؟"

پروفیسر صاحب نے ایک نظر اپنی جرابوں پر ڈالی اور پھر مُسکرا کر بولے: "کیا بتاؤں یار کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہُوا کیا ہے۔ پچھلے ماہ جب میں بازار سے دو جوڑے خرید کر لایا تھا اس وقت تو ٹھیک تھیں مگر اب نہ جانے کس طرح ان کے رنگ بدل گئے ہیں۔ ایک جوڑا گھر میں بھی اسی طرح کا پڑا ہے۔"

ایک پاگل نے پاگل خانے کے ڈاکٹر کو آتے دیکھا تو جلدی سے آگے بڑھ کر سلام کیا اور بولا:

"آج تو حد ہو گئی جناب۔"

"کیا؟" ڈاکٹر صاحب نے پُوچھا۔

"آج میں پورے اُنتالیس انڈے کھا گیا۔" پاگل نے کہا۔

"ایک اور کھا لیتے تاکہ پُورے چالیس ہو جاتے۔"

"واہ خوب! سُبحان اللہ اچھا مشورہ دے رہے ہیں آپ ڈاکٹر صاحب!" پاگل نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اور جو بدہضمی ہو جاتی؟"

ایک روز شام کو ایک پاگل پاگل خانے کی چھت پر چڑھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص قریب ہی ایک تالاب کے کنارے پر بیٹھا مچھلیاں پکڑ رہا ہے۔

"کیا ہو رہا ہے حضور؟" پاگل نے زور سے ہانک لگائی۔ اس نے مُڑ کر دیکھا اور بولا: "مچھلیاں پکڑ رہا ہوں۔"

"خوب! صُبح سے اب تک کتنی پکڑی ہیں؟" پاگل نے پُوچھا۔

"ایک بھی ہاتھ نہیں آئی۔" اس آدمی نے جواب دیا۔

"تو پھر وہاں کیا کر رہے ہو۔ یہاں ہمارے پاس آجاؤ۔ تمہارے لیے بہترین ٹھکانا تو یہ ہے، جہاں ہم رہتے ہیں۔"

ایک وکیل نے بھاری معاوضہ وصول کر کے ایک ملزم کو آخر کار بری کروا ہی لیا۔ ملزم اس کا بے حد ممنون ہُوا۔ آخری ملاقات میں وکیل نے مُسکرا کر پُوچھا:

"بری تو تم ہو گئے پھر بھی سچ سچ بتاؤ۔ کیا تم نے جُرم کیا تھا یا نہیں؟"

"وکیل صاحب، جب سے میں نے عدالت میں آپ کی بحث اور جرح سُنی ہے اس وقت سے تو مجھے بھی یقین ہو گیا ہے کہ میں نے جُرم نہیں کیا۔"

مریض: ڈاکٹر صاحب، عینک لگوانے کے بعد میں واقعی لکھ پڑھ سکوں گا؟

عینکوں والا ڈاکٹر: ہاں بھئی، ضرور لکھ پڑھ سکو گے۔

مریض: بہت اچھا۔ ساری عمر تو اس کی آرزو ہی رہی۔ چلیے اگر عینک لگا کر پڑھ لیا تو سودا مہنگا نہیں رہے گا۔

دوست: اچھا تو آزردہ صاحب۔ فرض کیجیے آپ اپنی پتلون میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور اس میں سے سو سو روپے کے دو کھڑکھڑاتے نوٹ برآمد ہوتے ہیں تو آپ کیا سمجھیں گے؟

غریب شاعر: میں تو یہی سمجھوں گا کہ غلطی سے کسی دُوسرے کی پتلون پہن لی ہے۔

ایک صاحب: (بڑی گرم جوشی سے) اچھا تو آپ ہی وہ مشہور و معروف آرٹسٹ ہیں جنھیں جانوروں کی تصویریں بنانے میں کمال حاصل ہے۔
آرٹسٹ: جی ہاں — کیا آپ کا بھی ارادہ تصویر بنوانے کا ہے؟

"بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد مجھے کیا پڑھنا چاہیے؟"
"ضرورت ہے۔ کے اشتہارات۔"

شاگرد: جناب، مجھے چھٹی دے دیجیے۔ مجھے تکلیف ہے۔
اُستاد: کہاں تکلیف ہے؟
شاگرد: جی جماعت کے کمرے میں۔

پروفیسر: تیرھویں صدی عیسوی کے فلسفیوں اور عالموں کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟
شاگرد: یہی کہ آخر ایک روز وہ سب اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ماہر: شاہد اتنا کماتا ہے مگر پھر بھی روتا ہی رہتا ہے۔ ایک بار پہلے بھی ملاقات ہوئی تھی تو کہتا تھا کہ میرے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ کل رات تو بھی یہی رونا رو رہا تھا۔ معلوم نہیں اتنی دولت کو وہ کیا کرتا ہے؟

اکرم: وہ تم سے قرض مانگ رہا ہوگا؟

ماہر: نہیں یار دو بار میں نے ہی اس سے کچھ روپے اُدھار مانگے تھے۔

جیل کا داروغہ: (قیدی سے) معاف کرنا بھئی، غلطی سے میں نے تمھیں چار دن زیادہ قید میں رکھا۔ میں دراصل بھول ہی گیا تھا۔

قیدی: چلیے کوئی بات نہیں۔ آئندہ جب آؤں گا تو چار دن پہلے رہا کر دینا۔

عدالت میں قتل کا مقدمہ چل رہا تھا اور صاف نظر آ رہا تھا کہ ملزم کو موت کی سزا ہو جائے گی۔ ملزم کے وکیل نے جیوری کے ایک ممبر کو بھاری رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور کہا کہ بس کسی

نہ کسی طرح ملزم کو پھانسی کے تختے سے بچا لیجیے
اور جیوری کے باقی ممبروں کو اس بات پر راضی کر
لیجیے کہ پھانسی کے بجائے قید کی سزا دی جائے۔ اس
ممبر نے وعدہ کر لیا۔

چند دن کے بعد مقدمہ کی پھر سماعت ہوئی۔ ملزم
کو دس سال قید با مشقت کی سزا دے دی گئی۔

وکیل بہت خوش ہُوا۔ وعدے کے مطابق رقم ادا
کر دی گئی تو وکیل نے پُوچھا: "مگر آپ نے دُوسرے
ممبروں کو اس بات پر راضی کس طرح کر لیا۔ مجھے تو
یہ بہت مشکل کام معلوم ہوتا تھا۔"

"بڑی مشکل سے منایا۔ وہ تو سب کے سب اُسے
بری کرنے پر تُلے ہُوئے تھے۔ بڑی مشکل سے دس
سال کی سزا دلوائی ہے۔"

میرے والد صاحب کو پیرا لائی سس آف آپٹک نروز"
ہو گیا ہے۔"

"مگر اُنھیں اتنی مشکل اور عجیب بیماری ہوئی کس طرح؟"

"وہ اس بیماری پر کتاب پڑھ رہے تھے۔"

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت کتنے بجے، ہوں گے ؟"

"جی معلوم ہے۔"

"شکریہ۔"

مریض : ڈاکٹر صاحب، ڈاکٹر صاحب، مجھے دیکھیے میں ماؤتھ آرگن بجا رہا تھا کہ غلطی سے اسے نگل گیا۔

ڈاکٹر : شکر کرو کہ تم پیانو نہیں بجا رہے تھے۔

پروفیسر : علم الارض کے ماہرین کے واسطے تو دس ہزار بھی ایک دن کی حیثیت رکھتے ہیں۔

شاگرد : پھر تو مارے گئے۔ میں ایک ماہر علم الارض کو دو سو روپے ایک سال کے لیے ادھار دے چکا ہوں۔ اب تو میری آئندہ نسلیں ہی شاید وہ روپے وصول کریں۔

"اگر کوئی کمہار گدھے کو بے دردی سے مار رہا ہو اور میں اسے اس حرکت سے منع کر دوں تو تم اس جذبے کو کیا کہو گے ؟"

"برادرانہ جذبہ۔"

ایک غیر حاضر دماغ پروفیسر صاحب اور ان کی بیگم بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ یکایک بیگم صاحبہ نے کہا:

"آپ کو تو شاید یاد نہ ہو۔ آج سے پچیس سال پہلے بالکل اسی دن ہماری منگنی ہوئی تھی۔"

"اوہ پچیس سال پہلے۔ پھر تو اب تک ہماری شادی ہو جانی چاہیے تھی۔" پروفیسر صاحب نے کہا۔

ایک پروفیسر صاحب نے ایک بالکل نئی طرز کا پیراشوٹ بنایا۔ ایک روز آزمائش کے لیے ایک ہوائی جہاز میں سوار ہو گئے اور دو ہزار فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگا دی مگر جب وہ زمین سے تین سو فٹ کی فاصلے پر پہنچ گئے تو اچانک چلّائے:

"لاحول ولا قوۃ۔ پیراشوٹ تو میں جہاز ہی میں بھول آیا ہوں۔"

ایک لمبے قد کا آدمی جس کی لمبی سی داڑھی تھی، بس میں کھڑا سفر کر رہا تھا۔ بس ایک سٹاپ پر رکی تو ٹھگنے قد کا ایک آدمی سوار ہو گیا۔ اس بیچارے

کا ہاتھ ہینڈل تک نہیں پہنچتا تھا۔ اس لیے وہ لمبے قد والے کی داڑھی پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ لمبا آدمی کچھ دیر تو خاموش رہا مگر جب کافی دیر ہو گئی تو وہ بولا:

"بھائی صاحب! میری داڑھی چھوڑ دیجیے۔"

ٹھنگنے آدمی نے سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا: "آپ نے اسی سٹاپ پر اُترنا ہے کیا؟"

ایک شخص کی نظر کمزور تھی۔ وہ عینک لگوانے کے لیے ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر نے نظر کا امتحان لینے کے لیے اسے ایک کمرے میں بٹھایا اور ایک عینک اس کے لگا کر پوچھا۔

"اِدھر دیکھیے! کیا آپ یہ الفاظ پڑھ سکتے ہیں؟"

"جی کون سے الفاظ؟" مریض نے پوچھا۔

"اِدھر، یہ الفاظ جو اس چارٹ پر لکھے ہوئے ہیں۔" ڈاکٹر نے بتایا۔

"کونسا چارٹ؟" مریض نے پوچھا۔

"حضرت، یہ چارٹ جو اس تختے کے ساتھ لٹک رہا ہے۔"

"مگر کونسا تختہ ڈاکٹر صاحب؟" مریض نے پوچھا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ اجی یہ تختہ جو اس دیوار کے ساتھ لگا ہُوا ہے۔"

"مگر کس دیوار کے ساتھ؟"

ڈاکٹر بچارے نے سر پیٹ لیا۔

ایک صاحب کی اپنی بیوی سے کچھ اَن بَن ہوگئی دو چار دن اسی طرح گزر گئے اور ان کی آپس میں بول چال تک نہ ہوئی۔ اب وہ بچارے اس فکر میں تھے کہ کسی طرح بیوی ان سے بولنے لگے۔

ایک روز وہ گھر میں آئے تو اِدھر اُدھر کچھ تلاش کرنے لگے۔ الماریاں کھول ڈالیں۔ کپڑے الٹ پلٹ کر ڈالے۔ میزوں کے دراز کھول کر رکھ دیے۔ بیوی کچھ دیر تو یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔ آخر رہ نہ سکی۔ بولی: "کیا تلاش کر رہے ہیں آپ؟"

وہ صاحب یہ سُن کر اُچھل پڑے اور بولے: بس بس مل گئی۔ مجھے تمھاری زبان کی تلاش تھی۔ خُدا کا شکر ہے کہ وہ مل گئی۔"

تھکا ہارا شکاری جنگل میں اس ہرن کی تلاش میں

تھا جو چند لمحے پیشتر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ اچانک اسے ایک راہ گیر نظر آیا۔ جلدی سے اس کی طرف بڑھا اور پُوچھا: "کیوں جناب، آپ نے اس طرف سے کوئی ہرن گزرتے دیکھا ہے؟"

"جی ہاں دیکھا ہے؟" راہ گیر نے جواب دیا۔

"کب؟" شکاری نے جلدی سے پُوچھا۔

"یہی کوئی ایک سال پہلے"۔ راہ گیر نے جواب دیا۔

موٹا آدمی (تانگے والے سے) کیوں بھئی کیا مجھے سٹیشن تک لے چلو گے؟

تانگے والا: (اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر) جی ہاں لے چلوں گا۔ مگر دو پھیرے لگانے پڑیں گے۔

ایک دیہاتی کا گدھا مسجد میں چلا گیا۔ دیہاتی بھی گدھے کو تلاش کرتا کرتا مسجد میں جا نکلا۔ امام صاحب سخت ناراض ہُوئے اور بولے: "بیوقوف! تجھے شرم آنی چاہیے۔ اپنے گدھے کو سنبھال کر کیوں نہیں رکھتا۔ خانۂ خدا میں گھس آیا ہے۔"

دیہاتی ہاتھ جوڑ کر بولا: مولانا، بے سمجھ جانور ہے۔

معاف کر دیجیے۔ آپ نے مجھے کبھی مسجد میں آتے دیکھا ہے؟"

ایک سردار جی کرکٹ کے بڑے شوقین تھے۔ ایک روز کہیں میچ کھیلنے کے لیے جانا تھا۔ گھر سے تیار ہو کر نکلے۔ تھوڑی دُور گئے ہوں گے کہ اچانک اُنھیں یاد آیا کہ وہ اپنی گھڑی اور رومال تو گھر ہی بھول آئے ہیں۔ فوراً واپس آ گئے۔ ان کی رہائش دوسری منزل پر تھی۔ اُوپر جانے کی تکلیف نہ کی اور نیچے ہی سے اپنی بیوی کو آوازیں دینے لگے۔ بیوی نے ان کی چیخ و پکار سُنی تو جلدی سے بالکونی میں آئی۔

" دیکھنا، وہ میری گھڑی اور رومال میز پر رکھا ہے۔ ذرا نیچے پھینک دو۔"

بیوی اندر سے دونوں چیزیں اُٹھا لائی اور بولی: "گھڑی قیمتی ہے۔ زمین پر گر کر چکنا چور ہو جائے گی۔"

" اجی میں اسے گرنے ہی کیوں دوں گا۔" سردار جی نے کہا۔ "میں کرکٹ کا کھلاڑی ہُوں۔ فوراً کیچ کر لُوں گا۔ تم پھینکو تو!"

بیوی بچاری نے ایک دو بار انھیں سمجھایا مگر ان

کا اصرار تھا کہ تم گھڑی پھینکو میں کیچ کر لوں گا۔
تنگ آ کر بیوی نے گھڑی پھینک دی۔ چھوٹی سی چیز تھی سردار جی کیچ نہ کر سکے اور وہ زمین پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ سردار جی کو بڑا افسوس ہُوا۔ سر اُٹھا کر اُوپر دیکھا اور بولے: اچھا، اب رومال نہ پھینکنا۔ میں اُوپر آ کر لے جاتا ہوں۔"

ایک دیہاتی شہر میں آیا تو ایک جگہ اس نے دیکھا کہ ایک حلوائی کڑاہی میں دھار باندھ کر دُودھ ڈال رہا ہے۔ دیہاتی چند لمحے یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر بولا: "بھائی دو گز دُودھ مجھے بھی دے دو۔"

ماسٹر صاحب کمرے میں آتے تو آتے ہی حاضری لگانے لگے۔ حاضری لگ چکی تو مولا بخش ہاتھ میں لے کر بولے: "جو لڑکے کل نہیں آئے تھے وہ کھڑے ہو جائیں۔"
کچھ لڑکے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ماسٹر صاحب نے چند لمحے ان کی طرف گھور کر دیکھا اور پھر بولے: "اور جو آج نہیں آئے وہ بھی کھڑے ہو جائیں۔"

ماں اور بچّہ بس میں سوار ہوئے۔ ماں نے اپنا ٹکٹ تو لے لیا مگر بچّے کا ٹکٹ نہ لیا۔ کنڈکٹر نے بچّے کی طرف غور سے دیکھا اور بولا: "بچّے کا ٹکٹ بھی لیجیے محترمہ۔"

"مگر اس کی عمر تو تین سال ہے۔" ماں نے کہا۔

"لیکن مجھے تو یہ پانچ سال کا نظر آ رہا ہے۔"

ماں کو بڑا طیش آیا۔ بولی: "بچّہ میرا ہے۔ خواہ مخواہ ماں بننے کی کوشش نہ کرو۔"

"مجھے پچاس روپوں کی ضرورت ہے۔ اُدھار دے دیجیے۔"

"معاف کیجیے، اس وقت میرے پاس صرف چالیس روپے ہیں۔"

"چلیے چالیس روپے ہی دے دیجیے۔ دس روپے آپ کے ذمے رہے۔ وہ پھر کسی وقت دے دیجیے گا۔"

"کیا تم ایک بھُنی ہوئی مُرغی کی عمر بتا سکتے ہو؟" ایک دوست نے دوسرے سے پُوچھا۔

"ہاں ہاں۔ بتا سکتا ہُوں۔" دُوسرے نے جواب دیا۔

"کس طرح؟" پہلے نے حیران ہو کر پوچھا۔
"دانتوں سے۔" دُوسرے نے جواب دیا۔
"مگر مرغی کے دانت تو ہوتے ہی نہیں۔" پہلے نے حیران ہو کر پوچھا۔
"لیکن میرے دانت تو ہیں نا۔"

کسی گاؤں میں ایک بھیڑیا گھس آیا۔ سارے گاؤں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ایک بہت موٹی عورت اپنے خاوند سے بولی: "آؤ، ہم بھی بھاگ چلیں۔ کہیں بھیڑیا اُٹھا کر نہ لے جائے۔"
خاوند بولا: "تم کیوں ڈرتی ہو۔ وہ بھیڑیا ہے، کرین تو نہیں ہے۔"

منّا دیر سے ضد کر رہا تھا۔ امّی نے تنگ آ کر اس کی اچھی خاصی مرمّت کر ڈالی۔ وہ بچارا خوفزدہ ہو کر چارپائی کے نیچے گھس گیا اور ریں ریں کرنے لگا۔ اتنے میں ابّا جان بھی دفتر سے آ گئے۔
"مُنّا کہاں ہے؟" انھوں نے آتے ہی بیوی سے پُوچھا۔

"چارپائی کے نیچے گھسا ہُوا ہے۔ نکال لیے جا کر اسے۔"
بیوی نے جواب دیا۔
مُنّے کے ابّا جان بیٹے کو منانے کے لیے چارپائی کے نیچے گھس پڑے۔
"آؤ میرا مُنّا۔ میرا اچھا بیٹا۔"
مُنّے نے ایک بار حیران ہو کر ابّا جان کی طرف دیکھا اور بولا: "ابّا جان! آپ کو بھی کیا امّی جان نے مارا ہے جو چارپائی کے نیچے گھسے آ رہے ہیں؟"

ڈاکٹروں کے ہاتھ کے لکھے ہُوئے نسخے پڑھنا صرف نرسوں اور دوا فروشوں ہی کا کام ہے اور اللہ جانے وہ بھی کس طرح پڑھ لیتے ہیں۔ اس مسئلے پر جب ایک ڈاکٹر صاحب سے پُوچھا گیا تو اُنھوں نے ایک دلچسپ کہانی سُنائی۔ بولے:
"میرے والد صاحب نے ایک ڈاکٹر صاحب سے نسخہ لکھوایا۔ دوا فروش سے دوا لینے کے بعد انھوں نے نسخہ بھی واپس لے لیا۔ اس نسخے کو اُنھوں نے دو سال تک بطور ریلوے پاس استعمال کیا۔ اس نسخے کی بدولت وہ ایسی محفلوں میں شریک ہُوئے جہاں کسی وزیر

کی سفارش کے بغیر پانا ممکن نہ تھا۔ اسی نسخے کو بطور سفارشی رقعے کے استعمال کرکے اُنھوں نے بڑے بڑے افسروں سے کئی کام لیے۔ آخر اُنھوں نے یہ نسخہ اپنے پوتے کو یعنی میرے بیٹے کو دیا جو دو ماہ تک اس کو سامنے رکھ کر پیانو پر موسیقی کی مشق کرتا رہا۔

مُلّا نصیر الدّین ترکی کے رہنے والے تھے اور اپنی ظرافت اور حاضر جوابی کے لیے تمام دُنیا میں مشہور ہیں۔ ایک دفعہ مُلّا صاحب کسی قصبے میں گئے۔ لوگوں نے سُنا تو دوڑے دوڑے آئے اور بولے کہ آج آپ ہماری مسجد میں وعظ کیجیے۔ مُلّا صاحب راضی ہو گئے۔ جب وہ منبر پر کھڑے ہُوئے تو اُنھوں نے پُوچھا:

"اے لوگو، کیا تم جانتے ہو کہ میں کیا کہنے والا ہُوں؟"

لوگ بولے: "جی نہیں!"

یہ سُن کر مُلّا صاحب منبر سے اُتر آئے اور بولے: "ایسے جاہل لوگوں کے سامنے وعظ کہنے کا کیا فائدہ جنھیں اتنا پتا نہیں کہ میں کیا کہنے والا ہُوں۔"

لوگ سمجھ گئے کہ مُلّا صاحب اُنھیں چکما دے گئے

ہیں۔ وہ دوسرے دن پھر مُلّا صاحب کو گھیر گھار کر مسجد میں لے آئے اور انھیں وعظ کہنے کے لیے مجبور کیا۔

مُلّا صاحب منبر پر چڑھے اور بولے: "اے لوگو، کیا تم جانتے ہو کہ میں کیا کہنے والا ہوں؟"

لوگ ایک زبان ہو کر بولے: "معلوم ہے۔"

"جب آپ کو معلوم ہے کہ میں کیا کہنے والا ہوں تو پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ۔" یہ کہہ کر مُلّا صاحب منبر سے اُتر کر چلے گئے۔

تیسرے دن لوگوں نے آپس میں صلاح کی اور یہ طے کیا کہ اگر اب کے مُلّا صاحب پوچھیں تو آدھے لوگ تو کہہ دیں: "معلوم ہے۔" اور آدھے کہہ دیں "نہیں معلوم۔"

لوگ پھر منت سماجت کر کے مُلّا صاحب کو مسجد میں لے آئے اور اُن سے وعظ کہنے کی درخواست کی۔ مُلّا صاحب منبر پر چڑھے اور انھوں نے لوگوں سے وہی سوال کیا۔ اس پر آدھے لوگوں نے تو کہا: "ہمیں معلوم ہے" اور آدھوں نے جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں۔"

یہ سُن کر مُلّا صاحب نے کچھ سوچا اور پھر بولے:

"دیکھو بھئی، جو لوگ جانتے ہیں وہ اُن لوگوں کو بتا دیں جو نہیں جانتے۔"

یہ کہہ کر یہ جا اور وہ جا۔

سردی کا موسم تھا۔ مُلّا نصیرُ الدّین لحاف اوڑھے سو رہے تھے کہ اچانک گلی میں سے شور و غُل کی آواز آئی۔ مُلّا ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے اور لحاف اوڑھے اوڑھے باہر نکل گئے کہ اس غُل غپاڑے کی وجہ دریافت کریں۔ گلی میں دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ مُلّا صاحب اُن کے قریب پہنچے تو ان میں سے ایک آدمی ان کا لحاف اُتار کر بھاگ گیا۔ مُلّا سردی سے کانپتے ہُوئے گھر میں آئے تو بیوی نے پُوچھا:

"وہ لوگ کیوں لڑ رہے تھے؟"

"میرے لحاف کے لیے۔" مُلّا نے جواب دیا۔

ایک دن مُلّا گدھے پر سوار ہو کر بازار گئے اور کُچھ سامان خریدا۔ جب واپس ہوئے تو خود تو گدھے پر بیٹھ گئے اور سامان اپنے سر پر رکھ لیا۔

راستے میں لوگوں نے پُوچھا: "مُلّا صاحب، سامان سر

پر کیوں رکھا ہے۔ گدھے پر کیوں نہیں رکھ دیتے؟"
مُلّا صاحب بولے: "میاں کچھ خدا کا خوف بھی کرنا
چاہیے۔ میں خود بھی گدھے پر بیٹھوں اور سامان بھی اس
پر رکھوں۔ یہ تو ظلم کی اِنتہا ہے۔"

ایک دفعہ مُلّا صاحب گدھے پر سوار کہیں جا رہے
تھے کہ گدھا راستے میں اَڑ گیا۔ مُلّا صاحب نے بڑی
خوشامد کی۔ چمکارا پچکارا، مارا پیٹا مگر گدھا ٹس سے مَس
نہ ہوا۔ سامنے ایک حکیم کی دُکان تھی۔ مُلّا صاحب دَوڑ کر
حکیم کو بُلا لائے۔ اُس نے گدھے کو کوئی ایسی دوا دی
کہ وہ رسّی تُڑا کر بھاگ کھڑا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے
آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔
مُلّا صاحب نے حکیم سے کہا: "اب مجھے کوئی ایسی
دوا دیجیے کہ میں دَوڑ کر گدھے کو پکڑ سکوں۔"